لادینی فلسفے کے ہولناک نتائج سے بچنے کی راہ

اگر تم نے اپنے ملک کے تباہ حال اور بیکس طبقوں کی خبر نہ لی اور انہیں اس حال میں رہنے دیا جس میں کہ وہ صدیوں سے جان توڑ رہے ہیں اور تمہارے اوپر کے طبقے حسب سابق جونک بن کر ان کا خون چوستے رہے اور ان کو تم نے اب بھی بھوک و جہالت اور عفونت کی دلدلوں میں بدستور مرنے سڑنے دیا تو یاد رکھو انقلاب کا یہ لادینی فلسفہ جو آگ کی طرح پوری دنیا میں پھیل رہا ہے تمہارے ملک کے ان بدنصیب طبقوں کو دوسرے ملکوں کی طرح تمہارا جانی دشمن بنا دے گا۔ اور اگر تمہاری اس غفلت سے ان کی دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی تو اس کے شعلے جلا کر سیاہ تو کر ہی دیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تمہارے علم، کلچر اور مذہب کی بھی خیر نہیں ہو گی ——— اس قسم کے انقلاب اور اس کے لادینی فلسفہ کے نتائج سے بچنا چاہتے ہو تو انقلاب کے کسی ایسے دینی فلسفہ کو اختیار کرو جس کے ذریعہ تم خدا کو مانتے ہوئے خدا کی مظلوم مخلوق کو خوشحال بنا سکو! اگر لادینی فلسفہ انقلاب کے علمبردار اپنے بلند بانگ دعاوی کے ساتھ پسماندہ انسانیت کو نئی زندگی کی دعوت دیتے ہیں تو تم ساری انسانیت کو خدا کی ایک ایسی مخلوق ماننے والے اور اسے ہر ذی روح کا رازق اور رب جاننے والے کوئی ایسی فکر کیوں پیش نہیں کرتے جس سے اس کی ساری مخلوق کی بھلائی ہو، ہر ظلم مٹ جائے، ہر حقدار کو اس کا حق ملے، ذلت و نکبت کا خاتمہ ہو اور کوئی بندہ رب کے دیتے ہوئے رزق سے محروم نہ ہو اور جس طرح ایک خاندان کے سب افراد مل جل کر رہتے ہیں اسی طرح مجموعی انسانیت جس کی حقیقت فی الواقع عیال اللہ کی ہے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے یکساں متمتع ہو۔

(امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویاتِ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ——(۲۴)—— محمد سعید الرحمٰن علوی

حدثنا عبداللہ ۔ ۔ ۔ ۔ عَنْ مُعَاوِيَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم مَنْ مَّاتَ بِغَيْرِ اِمَامٍ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً"۔

(مسند احمد ج ۴ ص ۹۶)

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت کا ماحصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص امام کی بیعت کے بغیر مرگیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اسلام سے پہلے دنیا کی حالت بالکل ایسی تھی جیسے بھیڑوں کا گلہ جن کا کوئی چرواہا نہ ہو کسی بھی اعتبار سے لوگوں کے پیشِ نظر کوئی مقصد نہ تھا۔ جس شخص کا جدھر منہ اٹھتا وہ چل دیتا۔ اس افراتفری اور ہنگامہ آرائی کی زندگی میں باہمی جنگ و جدال، جھگڑے، فساد اور خونریزی عام تھی۔ اسلام کے لوگوں پر اتنے احسانات ہیں کہ ان کی تعداد کا متعین کرنا بھی مشکل ہے ان احسانات میں ایک بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے انہیں جوڑا اور ایسا کہ وہ بنیان مرصوص بن گئے —— قرآن عزیز نے سورۃ آل عمران میں اس جوڑ اور باہمی اتحاد کا بطور خاص ایک نعمت کے انداز میں ذکر کیا ہے جبکہ سورۃ انفال میں حضور علیہ السلام کو مخاطب کرکے فرمایا کہ یہ جوڑ اور باہمی اتحاد ایسی چیز ہے کہ آپ ساری زمین کی دولت خرچ کرکے بھی اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتے تھے۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ۔ یہ اللہ کی عنایت اور اس کا کرم ہے کہ اس نے انہیں جوڑ دیا اور ان کے دلوں کو متحد کر دیا۔ اس عظیم نعمت کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے بطور خاص ہدایات دیں —— ایسی چیزوں سے روکا جو اس دیوار میں دراڑ کا باعث بن سکتی ہیں، اور محتاط اور سنجیدہ زندگی گذارنے کی تلقین کی۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی مسلمانوں کا وہ مضبوط نظام حکومت و سیاست بھی ہے جس کے پہلے سربراہ خود حضور رحمت دو عالم علیہ السلام تھے۔ آپ نے امت کی وحدت و اجتماعیت کا تمامتر نظام قائم فرمایا۔

اہم قومی و ملی امور میں بحکم خداوندی مشورت کا طریق اختیار کرکے لوگوں کو احساس دلایا کہ تم سارے ہی اس نظام کے چلانے میں عملاً ممد و معاون ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو لوگوں میں عدم شرکت کا احساس پیدا ہوتا ہے نتیجۃً وہ تتر بتر ہو جاتے اور ان میں مایوسی پھیل جاتی ہے حضور علیہ السلام نے مختلف ذمہ داریوں پر ان لوگوں کو فائز کیا جو ان کے اہل تھے۔ آپ کا ارشاد تھا خِيَارُكُمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِهُوْا (او کما قال علیہ السلام) کہ جو لوگ کسی بھی اعتبار سے جاہلیت کے زمانہ میں معزز و محترم تھے قبول اسلام کے بعد ان کی وہ حیثیات برقرار رہیں گی۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ بنو امیّہ کے افراد کو سب سے زیادہ ملّی ذمہ داریاں سونپی گئیں کیونکہ اس قبیلہ کے افراد کا اس سلسلہ میں پرانا تجربہ تھا اور یہ لوگ ان معاملات میں ماہر تھے۔ حضور علیہ السلام کی تعلیمات کا اس ضمن میں ایک پہلو وہ ہے جس کا درج بالا حدیث میں ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس اجتماعیت

(باقی ۶ پر)

ہفت روزہ
خدّام الدین
لاہور

جلد ۲۶ ❊ شمارہ ۳۷
۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ ❊ ۱۳ مارچ ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

رئیس الادارہ
پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
مدیر منتظم
مولوی محمد اجمل قادری
مدیر
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰
	سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰

اداریہ

چند گذارشات

جو کچھ ہو رہا ہے وہ بالکل ظاہر ہے، یہی وجہ ہے کہ ذرائع ابلاغ اور اخبارات پر کسی قسم کے کنٹرول کو ہم نے کبھی پسند نہیں کیا۔ جب ایسا ہوتا ہے تو جنم لینے والے واقعات کے لئے بڑا ذریعہ غیر ملکی ذرائع ابلاغ قرار پاتے ہیں وہ پھر جس طرح نمک مرچ لگاتے ہیں وہ معلوم! اس لئے پہلی گذارش تو یہی ہے کہ ان ذرائع کو آزاد کر دیا جائے۔ کسی قسم کا کنٹرول، کسی قسم کا قدغن اور کسی قسم کا سنسر مناسب نہیں۔

اس آزادی کے بعد اگر کوئی ایسی حرکت کرے جو ایمان و عقیدہ اور ملک و قوم کے حق میں غلط ہو تو اسے سزا دینا لازمی قرار پائے۔ ایسے شخص کا کوئی بھی سفارشی یا حمایتی نہ ہوگا اور اگر کوئی ایسا کرے تو اسے بھی مجرموں کی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔

دوسری گذارش یہ ہے جو بہت ضروری ہے کہ ایک خاص ڈھب اور انداز کی وزارتیں مرتب کرنے کی بہت زیادہ باتیں ہو رہی ہیں عین ممکن ہے کہ یہ سطور سامنے آئیں تو کچھ ہو چکا ہو۔ بدقسمتی سے اس سلسلہ میں ایک خاص مزاج کے لوگوں کا زیادہ چرچا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ملک عقیم اور بانجھ ہو چکا ہے اس میں باصلاحیت لوگ ہیں ہی نہیں۔ بس چند خاندان ہیں جن کے سر پر ہُما بیٹھتی اور وہ نئی نویلی اچکنیں پہن کر وزارت کی کلغی سجا کر آبائے وطن بن جاتے ہیں۔ اخباری کالموں میں جو نام آ رہے ہیں ان میں بعض ایسے ہیں کہ ان کے تصوّر سے گھن آتی ہے۔ وزارتوں کے بعد وفاقی اور صوباتی مجالس مشاورت کا مرحلہ ہے ان کا حال بھی وہی ہوگا کہ معلوم و معروف چہرے اس سانچہ میں فٹ کر دئے جائیں گے اور ہم پیشگی کہنے کو تیار ہیں کہ ان میں اکثر وہ ہوں گے

کہ آج اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے تو انہیں ٹاٹ کا لباس پہنا کر بکریاں چرانے پر لگا دیا جاتا۔

بہرحال اس سلسلہ میں احتیاط بھی لازمی ہے —— لاہور کی حد تک جو نام آرہے ہیں ان کا تصور شرفاء کے لئے پریشانی کا باعث ہے۔ بخت و اتفاق یا دھن دولت کے سبب کوئی کسی حلقہ کا "بڑا" یا شہر کا "بڑا" ہے تو یہ اس کے "بڑا" ہونے کی دلیل نہیں ان لوگوں کا کام مجالس قوالی کا افتتاح اور مزارات کو غسل دینا اور ان پر چادریں چڑھانا ہے یا پھر اپنی فیکٹری کے مزدوروں کو لاکر مساجد میں ہنگامہ کرانا! ان لوگوں کو وہیں رہنے دیا جائے۔ اہم مقاصد کے لئے جو نقشے مرتب ہو رہے ہیں ان کے لئے اہل اور باصلاحیت لوگوں کو چُنا جائے۔

تیسری گذارش یہ ہے کہ اخبارات دائیں، بائیں کی گمراہ کن اصطلاحات کا خوب ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں

— — — — — — — — —

— — — — — — یہاں کوئی نہ دایاں ہے نہ بایاں۔ مسلمان ہیں اور بس۔ ان کے علاوہ جو ہیں وہ خدابیزار ہیں اور محمد عربی علیہ السلام کے باغی و غدار اور صحابہ علیہم الرضوان کے دشمن! اصل میں تقسیم کا یہ معیار ہونا چاہیئے، کہ کلمہ ایمان و اخلاص کے جو خلاف ہے وہ کسی ایسے گروہ میں اپنے کو شامل کرکے جو مروّجہ اصطلاح میں "دائیں بازو" سے تعلق رکھتا ہو ہمارا نہیں ہو سکتا۔ وزارت و مشاورت کی تشکیل میں اس کا لحاظ ضروری ہے۔

> تم کو لازم ہے کہ گزشتہ بزرگوں اور صالح لوگوں کی پیروی واقتدار اختیار کرو۔
> (نصائح غوث اعظمؒ)

ہوش، حزم و احتیاط اور تدبّر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

حضور علیہ السلام کے ایک ارشاد اُوصِیکُمْ بِتَقْوِی اللہ۔ کو پلے باندھنے کی ضرورت ہے۔ بصورت دیگر یہ نیّا غرق آب ہوکر ہم سب کو لے ڈوبے گی ——

اللہ رب العزت ملک کی اور ہماری حفاظت فرمائے اور ہمیں نیکی و تقویٰ کی زندگی گذارنے کی توفیق دے۔

علوی

مدارس عربیہ اور ان کا نظام و نصاب

گذشتہ ہفتہ مدارس اسلامیہ کے متعلق چند گذارشات تھیں — مزید کچھ باتیں کہنے کا وعدہ تھا۔ صبح و شام حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں ان کے پیشِ نظر صورت حال ایسی ہے کہ کسی وعدہ کا ایفاء مشکل سی بات ہو جاتی ہے ——

تاہم آج کی صحبت میں اپنے قابل صد احترام و وقار منتظمین مدارس اسلامیہ سے مختصراً اتنی سی گذارش کی جا رہی ہے کہ وہ عصری تقاضوں کا ضرور لحاظ کریں۔ دارالعلوم دیوبند جو قدیم نصاب کے تحفظ کا سب سے بڑا ادارہ ہے اور جو اسی مقصد کے لئے معرض وجود میں آیا۔ اس میں ضرورت کے تحت ہندی باقاعدہ پڑھائی جا سکتی ہے اور دوسرے دوائر میں بھی تبدیلیاں لائی جا سکتی ہیں تو آپ اگر ایسا کریں گے تو اپنی روایات سے انحراف کا آپ کو کوئی طعنہ نہیں دے گا —— ہم بہت گنہگار اور علم و عمل سے عاری ہونے کے باوصف یہ کہیں گے کہ ہماری بہت سی کمزوریاں ایسی ہیں جن کے سبب یار لوگوں کو بہانے ملتے ہیں۔

آج اچھے خطباء، اچھے مدرسین جدید مسائل پر دینی رہنمائی کرنے والے بالغ نظر فقیہہ ناپید ہو رہے ہیں، کئی سال تک عربی نصاب پڑھنے کے بعد عربی بولنا یا جدید عربی لٹریچر پڑھنا یا اس زبان میں خط و کتابت کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا۔

آپ حضرات سر جوڑ کر بیٹھیں اور وقت کے اس چیلنج کا مؤثر جواب دیں

مجلسِ ذکر

ضبط و ترتیب: سلیم اختر

اولیاءِ کرامؒ کا کردار

پیرِ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الّذین اصطفیٰ: امّا بعد: فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم: بسم اللہ الرّحیم:۔

قل ان کنتم تحبّون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفرلکم ذنوبکم۔

ترجمہ: اے پیغمبر! ارشاد فرما دیں کہ اگر تم اللہ کے محبوب بندے بننا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ تمہیں اپنا محبوب بنا لیں گے اور تمہارے گناہ معاف فرما دیں گے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالےٰ حضورؐ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعے ہمیں پیغام بھجوا رہے ہیں کہ اگر ہم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں ان کے احکام کے مطابق اپنی زندگی گذاریں۔

یہودیوں نے دعویٰ کر رکھا تھا کہ وہ اللہ کے بیٹے اور چہیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس دعویٰ کو غلط اور ان کے عقیدے کو گمراہ قرار دیا۔ فرمانِ خداوندی ہے قل ھواللہ احد، اللہ الصمد، لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد،

اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں اور کوئی رشتے دار نہیں۔ اللہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ وہی ہے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے، اُن کے فرمان کے مطابق اپنی زندگی بسر کرے۔

آپ حضرات بہت خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالےٰ کا نام لیتے ہیں۔ آپؐ کی امّت میں پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو ہر وقت اپنا ذکر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالےٰ کے بہت بڑے ولی تھے۔ آپ درویش تھے بادشاہ وقت اور حکمران کو ملنا پسند نہ کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا حکمرانوں سے کیا واسطہ، ہم اپنا کام کرتے ہیں وہ اپنا کام کرتے رہیں۔

اللہ والوں کی یہی شان ہوتی ہے ان کو دنیا والوں کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ ان کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔ وہ کتاب و سنّت کے رنگ میں رنگے ہوتے ہیں۔

کئی مرتبہ جلال الدین خلجی بادشاہِ وقت نے حضرت نظام الدینؒ کو ملنے کی کوشش کی۔ آپؒ نے منع فرما دیا۔ کیونکہ آپ حکمرانوں کو ملنا پسند نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ وہ چپکے سے آپؒ کی زیارت کرنے کے لئے آیا۔ حضرت امیر خسروؒ نے حضرت نظام الدینؒ کو اطلاع دے دی کہ بادشاہ جلال الدین خلجی آرہا ہے۔ حضرت وہاں سے کہیں نکل گئے تاکہ بادشاہ وقت سے ملاقات کی نوبت نہ آئے۔

جلال الدین کو مایوسی ہوئی۔ جب اس کو یہ پتہ چلا کہ میرے آنے کی خبر حضرت امیر خسروؒ نے حضرتؒ کو کر دی تھی تو پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو حضرت امیر خسروؒ فرمانے لگے۔ کہ آپ کا

غصہ زیادہ سے زیادہ میری جان قبض کر سکتا ہے لیکن حضرت نظام الدینؒ کو ناراض کرنے سے میرے ایمان کے سلب ہونے کا خطرہ ہے۔

حضرت لاہوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک میں جو موتی ملتے ہیں وہ بادشاہوں کے تاجوں میں نہیں ہوتے۔

آج بزرگان دین کے نقش قدم پر چلنے اور اللہ کا نام لینے کی بجائے ان کے مزارات پر ایسی رسومات منعقد کروائی جاتی ہیں جو کہ سراسر غیر اسلامی ہیں۔ ہم ان کو بالکل پسند نہیں کرتے کیونکہ ایسے مواقع پر بزرگانِ دین کے مزارات پر کئی قسم کی خرافات ہوتی ہیں۔ ناچ، گانے ہوتے ہیں، قبروں پر سجدہ ریزی ہوتی ہے، قوالیوں میں شرک و بدعت کے اشعار پڑھے جاتے ہیں۔

دین اسلام میں سفر صرف خانہ کعبہ، مسجد نبویؐ اور بیت المقدس کی زیارت کے لئے جائز ہے۔ اس کے علاوہ علم دین حاصل کرنے اور اللہ کا نام سیکھنے کے لئے سفر مبارک ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

بقیہ: احادیث الرسولؐ

کو برقرار رکھنے کے لئے ایک ایسے ادارہ کا قیام ضروری ہے جو سٹیٹ یا ریاست کے نام سے معروف ہے اس کا ایک سربراہ از بس ضروری ہے اسے خلیفہ و امام کا نام دیں یا صدر و پریزیڈنٹ کا! (ویسے صدرِ اول کی مقدس اصطلاحات کو اپنانا اسلامی تشخص کے لئے بہت ہی برکت کا باعث ہے) اس امیر و امام پر سب لوگوں کا اعتماد ضروری ہے اعتماد کی نشانی ووٹ یا بیعت ہے اگر وہ امیر و امام ایسا ہو کہ اس میں شرعاً کوئی قباحت ہو تو اسے نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے۔ اسے معزول بھی کیا جا سکتا ہے۔ لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رسول کریم علیہ السلام کی شریعت غرا کی روشنی میں عدل و انصاف کا سلسلہ قائم رکھے تو پھر کسی کو حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ اس کے خلاف ہنگامہ آرائی و فساد کا انداز اختیار کرے ایسا شخص بلاشکہ باغی اور غدار شمار ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں سیاسی اختلافات کی بھونڈی شکلوں کے بعد غداری کا جو ہنگامہ کھڑا کر دیا جاتا ہے وہ تو بڑی ناروا سی بات ہے اور دین و دیانت اس کا ساتھ نہیں دیتے۔

اصل بات یہ ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہی ایک ایسا پیمانہ ہے جس کی روشنی میں راعی اور رعایا کے اعمال کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ اگر راعی کا رخ سوئے ترکستان ہو جائے تو اسے ٹوکنا اور اس کی اصلاح کے لئے سرگرم عمل ہونا سب سے بڑا جہاد ہے۔ "افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر" اور جب ایسا نہ ہو تو پھر باہمی اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا چاہیئے کہ اسی میں ملک و قوم اور اپنا بھلا ہے۔

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب: علوی

حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ کی ہدایات

○ جانشین شیخ التفسیر حضرة مولانا عُبید اللہ انور مدّ ظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ:-

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ.....وَاتَّبَعَ ھَوٰىهُ فَتَرْدٰی ۝ صدق اللہ العظیم

(١٤ تا ١٦ - طٰہٰ)

محترم حضرات! یہ سورۂ طٰہٰ کی تین آیتیں ہیں یعنی ١٤، ١٥، ١٦۔ جن میں اللہ تعالیٰ کی وہ ہدایات ہیں جو عطاءِ نبوّت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئیں۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیات میں نزول قرآن کا ذکر ہے اور حضور علیہ السلام منکرین حق کی شرارتوں سے جو رنجیدہ خاطر ہوتے تھے اس پر تسلّی و تشفّی ہے کہ آپؐ مشقت نہ جھیلیں بلکہ یہ تو تذکرہ و نصیحت کی چیز ہے— اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور ان کی صفات کا ذکر ہے۔ اس سے متصل حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر چھڑ گیا جو کئی رکوعوں تک چلا گیا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن عزیز میں کئی مقامات میں موجود ہے اس سورۃ کا بڑا حصّہ پھر سورۃ قصص کا بڑا حصّہ ان کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی مقامات ہیں۔ سورۂ قصص میں آپ کی ہجرت الی المدائن کو بیان کیا گیا ہے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے آپ کے نکاح کا ذکر ہے۔ اس کے بعد واپس مصر پلٹنے کی تفصیلات ہیں۔ واپسی میں کوہ طور پر آگ کی ضرورت سے شعلہ کی طرف ان کا جانا یہاں بھی مذکور ہے اور پھر رسالت عطا فرمائے جانے کا ذکر ہے۔ قرآن عزیز کہتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام "آگ" کے پاس تشریف لائے تو آواز آئی کہ میاں! جسے تم آگ سمجھے ہو وہ آگ نہیں تمہارے رب کی تجلّی ہے ذرا اپنا جوتا اتار دیں کیونکہ آپ اس وقت وادی مقدس میں ہیں۔ گویا پاکیزہ مقامات کے ادب کی تعلیم دے کر پھر فرمایا:-

وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰی۔ (آیت ١٣)

"اور میں نے تجھے پسند کیا ہے سو تُو سنتا رہ جو حکم ہو۔"

اس عطاءِ ربانی کے بعد پھر ہدایات ہیں جن پر مشتمل آیتیں آپ نے ابتدا میں ملاحظہ کیں، ان کا ترجمہ یہ ہے:-

"بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی بندگی کر اور میری ہی یاد کے لئے نماز پڑھا کر۔ بے شک قیامت آنے والی ہے میں اسے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔ سو تمہیں قیامت سے ایسا شخص باز نہ رکھنے پائے جو اس پر ایمان نہیں رکھتا اور اپنی خواہشوں پر چلتا ہے۔ پھر تم تباہ ہو جاؤ۔"

(ترجمہ: حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

بنیادی تعلیم

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی تعلیم کا ذکر کر دیا ہے جو قریب قریب تمام انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہر دَور اور ہر زمانہ میں بندوں کو تلقین کی گئی۔ عقیدہ توحید کا ذکر ہے، عقیدۂ آخرت کا تذکرہ ہے کہ انسان کو احساس رہے کہ اس جہان کے بعد دوسرا جہان بھی ہے جہاں حساب و محاسبہ ہوگا نماز جیسی اہم ترین عبادت کا بیان اور ساتھ ہی خواہشاتِ نفس سے بچنے کی تلقین! حضرت لاہوری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:۔

(۱۴) میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے میری عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔ (۱۵) عقیدہ توحید پہلی آیت میں آ چکا ہے۔ اب دوسرا عقیدہ قیامت کا بتلایا جا رہا ہے۔ اگر یہ دو عقیدے انسان کے ذہن میں راسخ ہو جائیں۔ تو بقیہ سارا دین خود بخود سمجھ میں آ جاتا ہے۔ عقائدِ صحیحہ کے ساتھ اعمالِ صالحہ نماز کی بھی تلقین ہو گئی (۱۶) منکرینِ قیامت آپ کو اس عقیدے سے ہٹانے نہ پائیں۔" (حواشی ص۹۹-۴۹۸)

مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ

تعالیٰ حضرت شاہ عبدالقادر قدس سرہٗ کے حوالہ سے لکھتے ہیں:۔

"موسیٰ علیہ السلام کو بھی پہلی وحی میں نماز کا حکم ہے اور ہمارے پیغمبر کو بھی وَرَبَّکَ فَکَبِّرۡ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں خلاصہ یہ کہ توحید کی تعلیم اور عبادات میں سے اہم عبادت کا ذکر فرمانے کے ساتھ قیامت کا ذکر کیا جو معاد کے عقائد میں سے ایک اہم عقیدہ ہے۔ اس کی علت بیان فرمائی کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور نیک کو نیکی کا پھل ملے اور بد کو بدی کی سزا دی جائے لہذا قیامت کا یقین اور اس کا فکر کرو۔۔۔ قیامت کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے۔ ایسا نہ ہو کسی بد اعتقاد آدمی کی صحبت سے تم قیامت کے اعتقاد میں ڈھیلے ہو جاؤ تو یہ بات تم کو ہلاکت کے گڑھے میں پھینک دے گی اور تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ کیونکہ قیامت کا عقیدہ نہ ہو تو حرام و حلال کی تمیز باقی نہیں رہتی اور عذاب و ثواب کا خیال بھی نہیں آتا۔

۔۔۔۔ حضرت شاہ عبدالقادرؒ خوب بات فرماتے ہیں ۔۔ کہ جب اللہ تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو برے کی صحبت سے منع کیا تو اور کوئی کیا ہے؟" (حواشی کشف الرحمٰن ص۹۹-۴۹۸)

ایک پیغمبر جس کی زندگی معصوم اور پاک ہوتی ہے۔ اس کو اتنے اہتمام سے روکا گیا ہے کہ صحبت بد سے اپنے آپ کو بچائیں ورنہ ہلاکت و تباہی سے بچنا مشکل ہوگا۔ باقیوں کا معاملہ تو اور زیادہ احتیاط کا ہے اسی لئے قرآن عزیز نے مختلف مقامات پر اس سے منع کیا اور حضور علیہ السلام نے متعدد مثالوں سے اس کی وضاحت فرمائی۔ ایک جگہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ برے کی صحبت لوہار کی بھٹی کی سی ہے کہ اس سے آدمی ضرور ہی متاثر ہوتا ہے اس لئے احتیاط لازم ہے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس مقام پر جو حواشی ہیں ان میں سے دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا گیا۔ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ (کہ نماز قائم رکھ میری یادگاری کو) ۔۔ اس پر مولانا لکھتے ہیں:۔

"نماز چونکہ اہم العبادات تھی۔ اس کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا اور اس پر بھی متنبہ فرما دیا گیا کہ نماز سے مقصود اعظم خدا تعالےٰ کی یادگاری ہے۔ گویا نماز سے غافل ہونا خدا کی یاد سے غافل ہونا ہے اور ذکراللہ (یادِ خدا) کے متعلق دوسری جگہ فرما دیا وَاذۡکُرۡ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیۡتَ۔ یعنی کبھی بھول چوک ہو جائے تو جب یاد آ جائے اسے یاد کرو۔ یہ ہی حکم نماز کا ہے کہ وقت پر غفلت و نسیان ہو جائے تو یاد آنے پر قضا کرے۔۔ (حدیث میں ہے) فَلۡیُصَلِّھَا اِذَا ذَکَرَھَا (ص۴۰۵)

اور آخری حصّہ کے متعلق جس میں خواہشاتِ نفس کے پجاریوں سے تعلق و مجانست سے روکا گیا ہے اس پر فرماتے ہیں:۔

"غرض یہ ہے کہ دنیا پرست کافر کی چاپلوسی یا زیادہ نرمی و مداہنت اختیار نہ کی جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ آدمی بلند مقام سے نیچے پٹک دیا جائے۔" (العیاذ باللہ) ص۴۰۶

دینِ فطرت

اسلام جو دینِ فطرت اور دینِ قیّم ہے اس کا پیغام حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم تک ایک سا رہا ہے اسی لئے حضور علیہ السلام نے انبیا علیہم السلام کی مثال یوں دی ہے کہ یہ علاتی بھائی ہیں علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا والد ایک ہو لیکن مائیں جدا جدا ہوں ارشادِ پیغمبرؐ کا مطلب یہ ہے کہ بنیادی تعلیم میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں البتہ شرائع میں حالات و زمانہ کی رعایت ہے۔ ماضی قریب کے ایک خادمِ قرآن مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اسی وجہ سے ان حقائق کو "عالمگیر سچائیوں" کے عنوان سے تعبیر کیا کہ یہ عقائد اور بنیادی تعلیم ہر دَور میں یکساں رہی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو الٰہی ہدایات آپ نے ملاحظہ فرمائیں جو قرآن نے نقل کی ہیں اسی طرح ہر پیغمبر پہلے پیغمبروں کی تعلیم کا "مُصَدِّق" تھا۔ قرآن حکیم کو "مھیمن" کہا جاتا ہے بقول مولانا عثمانیؒ اس کے کئی معانی ہیں۔ امین، غالب، حاکم، محافظ، نگہبان۔ اور ہر معنی کے اعتبار سے قرآن کریم کا کتب سابقہ کے لئے مھیمن ہونا صحیح ہے۔ خدا کی جو امانت توریت و انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شے زائد قرآن میں محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی۔ اور جو بعض فروعی چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ یا ان مخصوص مخاطبین کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق ناتمام تھیں ان کی پوری تکمیل فرما دی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر مبہم تھا اسے بالکل نظر انداز کر دیا۔ (حواشی ص۱۴۹)

گویا بات وہی ہوئی جو پہلے عرض کی گئی کہ یہ دینِ فطرت ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ اس کی بنیادیں ہر دور اور ہر زمانہ میں یکساں تھیں اور ہیں۔۔ یہ ہمارے دَور کا المیہ ہے کہ اس عظیم نعمت و سرمایہ کی ہم قدر نہیں کرتے اور اس ناقدری کی ہمیں بہت سزا مل رہی ہے۔

آئیں! اللہ تعالےٰ سے عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کی فریاد کریں اور اس سے خیر و نیکی کی توفیق مانگیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین!

مولانا محمد اسحاق قادری (قسط اول)

تفہیمِ قرآن کیلئے چند اصول

انّ ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (بنی اسرائیل ۹)

الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ (اعراف ۴۳)

دنیا جہالت کی ظلمتوں میں حیران اور سرگرداں تھی۔ نورِ قرآن آفتاب کی شکل میں رونما ہُوا۔ شرق و غرب کو نورِ ہدایت سے منوّر فرمایا۔ انسانیت کے لیے سعادت کی راہیں واضح کیں۔ قوت نظریہ قوت عملیہ کی تکمیل کی اور انسان کو جو ایک طویل سفر زندگی درپیش ہے اس کی ابتداء اور انتہا کی نشاندہی فرماتے ہوئے اس کے لیے واضح احکامات عطا فرمائے۔ تہذیبِ اخلاق، تدبیرِ منزل، سیاستِ مدنیہ، خلافتِ ارضی وغیرہ مسائل کے لیے زریں اصول کی رہنمائی فرمائی۔

خالق اور مخلوق کے تعلقات پر روشنی ڈالی۔ قرآن مجید میں اہلِ علم بے بہا اسرار و نکات موجود ہیں بشرطیکہ اس کا شعور پختہ اور علم محکم ہو۔

قرآن مجید اپنی وضع و اسلوب، انداز بیان، طریقِ خطاب، طرزِ تفہیم، طریقِ استدلال غرضیکہ ہر بات میں دنیا کے وضع کردہ اور صناعی طریقوں کا پابند نہیں اور نہ ہی پابند ہونا چاہیئے کیونکہ یہ کلام الٰہی ہے۔ چنانچہ کلام الملوکؑ ملوک الکلام، بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے وہ کسی کی تقلید کا محتاج نہیں ہوتا یہی وہ بنیادی امتیاز ہے جو انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات میں پایا جاتا ہے۔

زمانہ بعثت میں موجود عرب جو قرآن حکیم کے اولین مخاطب تھے۔ وہ ایسے لوگ تھے جن کے قویٰ رومی اور ایرانی علوم و فنون کے تصنع اور بناوٹ سے داغدار نہ ہوتے تھے۔ بلکہ قدرتی سادگی پر باقی تھے لہٰذا قرآن مجید اپنی شکل اور معنوں میں جیسا کچھ تھا ٹھیک ٹھیک ویسا ہی ان کے دلوں اور دماغوں میں بس گیا۔

ہم لوگ چونکہ عجمی ہیں۔ عربی محاورات اور لغت سے ناواقف ہیں اس لیے ہمارے لیے چند اصول ذہن نشین کئے بغیر قرآن پر عبور مشکل ہے۔ اور قرآنی ہدایات و تعلیمات سے کماحقہٗ فائدہ اٹھانا ممکن نہیں اس لیے چند اصول بیان کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ سے قوی امید ہے کہ مخاطبین اور قارئین کرام اس سے متمتع اور منتفع ہوں گے اور احقر کو اپنی مخصوص دعاؤں میں یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں گے۔

لیس کمثلہٖ شیئٌ وھو السمیع البصیر۔ (شوریٰ ۱۱)

اللہ جل شانہٗ کو مخلوق کی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے لا تدرکہ الابصار وھو یدرکہٗ الابصار وھو اللطیف الخبیر (سورۃ انعام ۱۰۳) یہ آنکھیں اُس کو دیکھ نہیں سکتیں وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے اور وہ باریک بین خبر رکھنے والا ہے۔

وہ ایک ایسی ہستی ہے کہ اُسے تسلیم ہی کرنا پڑے گا کیونکہ ہر ملک کی ایک سُپر پاور ہوتی ہے جسے حکومت کہا جاتا ہے۔ اس کو سب مانتے ہیں مگر دکھلا نہیں سکتے چنانچہ صدر مملکت، وزیر اعظم کے الفاظ حلفِ وفاداری یہی ہوتے ہیں کہ میں حکومت کو مانتا ہوں اور اسی کا تابعدار رہ کر کام کروں گا۔ اسی سپر پاور کا اسم مبارک اللہ ہے۔

صدارتی نظام ہو یا پارلیمانی، صدر یا وزیر اعظم اس کا نمائندہ ہُوا کرتا ہے تمام انبیاء کرام اپنے اپنے وقت میں اللہ کے نمائندے تھے۔

آخری نمائندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی تابعداری کے بغیر ہم مسلمان نہیں ہو سکتے۔ سرکاری ملازم بن کر پینشن (جنت) نہیں پا سکتے۔

یہ نام ایسی ہستی کا ہے کہ اگر اس میں سے کوئی حرف علیحدہ کر دیں تو کوئی فرق نہیں آتا۔ اللہ کا الف علیحدہ کر دیں تو لِلّٰہ بن جائے گا اس کے معنی اللہ کے لیے۔ اور اگر لام بھی علیحدہ کر دیں تو لہٗ بن جائے گا۔ اس کے معنی اسی کے لیے اور پھر دوسرے لام کو بھی جُدا کر دیں تو ہٗ ضمیر واحد مذکر غائب کی ہوئی (وہی)، سوائے اسم مبارک دوسرا کوئی نام بھی ہو کسی حرف کو علیحدہ کر کے دیکھو تو نام بن جائے گا۔

اب غور فرمائیں ایک ہستی اور ذات جس نے ساری کائنات کو بنایا اور وہ خود ہی مالک و رزاق ہے اگر اس کا وجود محسوس نہ ہو تو یہ عقل کے خلاف ہے چنانچہ قرآن مجید میں سورۃ الذاریات آیت ۲۱ میں ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون اور تمہارے نفسوں (وجود) میں ہے کیا تمہیں نظر نہیں آتا۔

اللہ تعالےٰ نے اپنے نائب یعنی انسان کے دائیں ہاتھ میں پشت کی طرف اپنے قدرتی قلم سے اپنا اسم مبارک انگلیوں کی ساخت میں لکھ دیا ہے جس کو ہر انسان پڑھ سکتا ہے۔ یہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زبان دوسرے معنی میں سرکاری زبان، مرکزی گھر خانہ کعبہ، اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ کی زبان میں لکھا جو نہ مٹ سکے اور نہ ہی کوئی اس کا انکار کر سکے۔

پھر دوسرے طریق سے غور فرمائیں۔ انسان کی دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں اٹھارہ کا ہندسہ ہے اور بائیں ہتھیلی میں اکیاسی کا۔ اللہ تعالےٰ کے اٹھارہ اٹھارہ نام جلالی ہیں اور اکیاسی ۸۱ جمالی۔ اور پھر دونوں مل کر ننانوے ہوتے ہیں۔ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کامل مکمل اکمل ہیں اور نہ آپ کی انسانیت میں شک ہو سکتا ہے۔ نیز آپ کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہر کوئی آپ کی تعریف کرتا ہے اور یہ حالت انسان کی سجدہ میں ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں سبحان ربّی الاعلیٰ فرما رہے ہیں اس حالت کا نام احمد ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتے ہیں یہی نام حضرت عیسٰے علیہ السلام نے آپ کی پیشین گوئی میں ظاہر کیا ہے۔ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِی اسْمُہٗٓ اَحْمَدُ (پارہ ۲۸ سورہ الصف آیۃ ۶)

تو انسان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کرنی چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک اطلاعات کا ذریعہ ہے جس کو ٹیلیفون خصوصی سے تعبیر کر سکتے ہیں اور وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں اس سے معلوم ہُوا کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کے بغیر مسلمان (سرکاری ملازم) اور پینشن (جنت) کا مستحق نہیں ہو سکتا۔

آپ کی معرفت ہی یہ کلام قرآن مجید انسانوں تک پہنچا۔ یہ مجموعہ ہے احکامات اور واقعات کا۔ احکامات میں ترمیم و تنسیخ جائز نہیں ہوتی۔ بڑے کے حکم ماننے میں ہی چھوٹوں کا فائدہ ہے مثلاً ایک شخص جب امام کے پیچھے نماز ادا کرتا ہے تو اس کی نماز کا ثواب زیادہ ہوگیا۔ نہ کہ امام کا۔ چنانچہ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنے والے کے لیے پچیس اور ستائیس کا جامع مسجد میں پانچ سو اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور بیت المقدس میں پانچہزار اور مسجد حرام میں پڑھنے والے کو ایک لاکھ نماز کا ثواب ہوگا۔ یہ سب اتباع اور مقام سے حاصل ہُوا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اولیاء کرام کا کچھ نہیں سنوارا اپنا ہی کچھ سنوارا ہے۔ قرآن مجید کی تابعداری سے انسان کو فائدہ ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(۲) ہمارا ایمان ہے کہ سید المرسلین خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک آنے والی نسل انسانی اور جنات کے رسول ہیں۔

(۳) ہمارا عقیدہ ہے کہ قرآن حکیم کے بعد کوئی آسمانی کتاب نازل نہیں ہوگی قیامت تک یہی کتاب دین و دنیا کی بھلائی اور ہدایت کا راستہ دکھائے گی۔

(۴) چونکہ قرآن مجید خالق اور مخلوق کا تعلق

درست کرنے کے لیے ہے۔ اس لئے اس کے سمجھنے اور پڑھنے کے لیے نہ کسی سرمایہ کی ضرورت ہے اور کسی علمی مہارت کی بلکہ اس کا مخاطب اور فائدہ اٹھانے والا ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جس کی فطرت سلیمہ موجود ہو۔ ورنہ اس کو قرآن مجید سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔

فَاَقِمْ وجھک للدین حنیفا فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیھا لاتبدیل لخلق اللہ ذالک الدین القیم۔ اس آیت میں فطرت سلیمہ کا ذکر ہے (پارہ ۲۱ سورہ روم ۳۰)، سو اپنے رُخ کو دین صحیح کی طرف پھیر دو اللہ تعالیٰ کی فطرۃ ہے جس پر لوگوں کو پیدا کیا اس فطرت کو کوئی تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہی صحیح اور درست دین ہے۔

(۵) قرآن مجید کے دو حصے ہیں۔ اوّل محکم اور دوسرا متشابہ۔ یعنی بدیہی اور نظری، احکامات بدیہی ہوتے ہیں یعنی اس میں غور وفکر نہیں کیا جاتا۔ فائدہ معلوم کئے بغیر اس پر عمل کرنا پڑتا ہے۔ جیسے ملٹری کا آرڈر۔ یہ صرف پانچ سو آیات ہیں۔ دوسرا متشابہ یعنی نظری۔ یہ واقعات ہوا کرتے ہیں اور واقعات دو قسم کے ہوتے ہیں گذشتہ یا آئندہ۔ ان میں غور وفکر کر سکتے ہیں بلکہ مرورِ زمانہ اور عقل کی پختگی سے وہ خود بخود ذہن نشیں ہو جاتے ہیں اس پر صرف ایمان ولقین رکھنا ہے اور یہ سمجھنا ہے کہ یہ واقعہ اسی طرح ہوا تھا اور آئندہ ایسا ہی ہوگا تاکہ ان پر یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کی قدرتیں معلوم ہوں اور پختگی ایمان حاصل ہو۔ سورۂ آل عمران آیت ۷

ھُوَالَّذِیْ انزل علیک الکتاب منہ آیات محکمات ھن ام الکتاب واخر متشابھات

اللہ وہ جس نے آپ پر کتاب اتاری بعض ان میں سے محکم ہیں جو کہ اصل کتاب ہے دوسری متشابہ

(۶) مخلوق کی مثال ملازم کی سی ہے سرکاری ملٹری یا نجی انفرادی۔ غیر مکلّف جنہیں عقل نہیں دی گئی وہ اپنی جبلّت پر مجبور ہیں جیسے زمین آسمان، فرشتے جو کہ ایک مشین کی طرح مالک کے چلانے سے چلیں اور اس کے خلاف نہ کریں سورۂ تحریم آیت چھ میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور حکم پر عمل کرتے ہیں۔

حیوانات، شجر، حجر وغیرہ دوسری مکلّف جسے عقل دی گئی ہے اور ان کو اختیار ہے خواہ ایمان لائیں یا نہ لائیں (سورۃ کہف ۲۹)، جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔ وہ جن اور انسان ہیں۔ جنّوں میں شر غالب ہے اور انسان میں خیر غالب ― بیکار اور شر محض تو مخلوق ہی کوئی نہیں۔

ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ مسلم اور غیر مسلم، مسلم ملٹری اور سرکاری ملازم ہے اس کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے۔ معاہدہ وہ لا الہ الا اللہ، محمد رسول اللہ سے پورا ہوتا ہے۔ وردی اور یونیفارم یہ داڑھی اور مونچھ ہے اس کے لیے وضع قطع خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا سرکار ہی نے متعین فرما دی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے "عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ" مونچھوں کا کٹنا ― اور داڑھی کو کاٹنے سے معاف کرنا۔ (مشکوٰۃ ۴۴)

تیسری حاضری وہ فرض نماز ہے وہ بھی سترہ رکعتیں جو جماعت کے ساتھ ہیں باقی عبادات ہیں جو انفرادی طور سے پڑھنی ہیں۔ چوتھی سروس مخلوق کی خدمت اگر بڑا ہے تو عزت سے اس کی ضرورت کو پوری کرنا اگر چھوٹا ہے تو پیار اور محبت سے اس کی ضرورت پوری کرنی ہے۔

پانچویں ہدایات (سرکاری گزٹ) قرآن مجید ہے جس پر اپنی عارضی زندگی گذارنی ہے اس کی تشریح احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اس کی عملی صورتیں فقہ ہیں جو کہ اماموں نے ظاہر کی ہیں وہ چار ہیں:۔ فقہ حنفی جس کو امام ابو حنیفہؒ نے بیان فرمایا۔ فقہ شافعی جس کو امام شافعیؒ نے اور فقہ مالکی جس کو امام مالک نے اور فقہ حنبلی جس کو امام احمد بن حنبلؒ نے بیان فرمایا۔

ان ہدایات پر عمل کرنا جنّات اور انسانوں کا کام ہے اسی کو عبادت کہتے ہیں اللہ کو عبادت سے راضی کرنا ہے اور مخلوق کو خدمت سے راضی کرنا ہے۔

● حضرت مالکؒ بن مغول فرماتے ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے پوچھا۔ سب سے زیادہ شریر کون

نشریہ ریڈیو پاکستان لاہور

۱۹ ۲ ۸۱

۵ بجے شام

امثال القرآن

محمد سعید الرحمٰن علوی

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:۔

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا ۔ ۔ ۔ ۔ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَھَا مِنْ قَرَارٍ (صدق اللہ العظیم)

قرآن حکیم جو انسانوں کی رہنمائی کے لئے نازل ہوا ہے اس میں بنیادی حقائق سمجھانے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے گئے ہیں۔ ایک طریقہ امثال کا ہے یعنی مثالوں کے ذریعہ کسی چیز کو ذہن نشین کرانا۔ متعدد مقامات پر اس قسم کی مثالیں موجود ہیں ان مقامات میں سے ایک مقام سورۂ ابراہیم میں ہے، جس کی آیات ۲۴ تا ۲۶ آپ نے سماعت فرمائیں، ان آیات میں کلمہ طیبہ اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمۂ توحید و شرک کو ایسی مثالوں سے بیان کیا گیا ہے جن کا مشاہدہ ایک آدمی روزانہ کرتا ہے یا کر سکتا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان آیات کا ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ یہ ترجمہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ترجمہ قرآن سے نقل کیا جا رہا ہے ― ارشاد ہے:۔

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمہ پاک کی ایک مثال بیان کی ہے، گویا وہ ایک پاک درخت ہے کہ جس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخ آسمان میں ہے، وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت اپنا پھل لاتا ہے اور اللہ لوگوں کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ سمجھیں، اور ناپاک کلمہ کی مثال ایک ناپاک درخت کی سی ہے جو زمین کی اوپر ہی سے اکھاڑ لیا جائے، اسے کچھ ٹھہراؤ نہیں ہے۔"

جیسا کہ عرض کیا گیا ان آیات میں کلمہ طیبہ یعنی کلمہ توحید کو پاکیزہ درخت سے اور کلمہ خبیثہ یعنی کلمہ شرک کو خبیث درخت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ علماء نے شجر طیبہ سے کھجور کا درخت مراد لیا ہے کہ اس کی جڑیں خوب مضبوط ہوتی ہیں۔ تنا بلند اور دور تک پھیلی ہوئی بلند شاخیں اور ان پر بڑا دل کو راحت و طمانیت بخشنے والا پھل ہوتا ہے جبکہ شجر خبیثہ سے حنظل کی بیل مراد لی گئی ہے۔ جو بس یونہی زمین پر بکھری پڑی ہے ذرا سی حرکت دیں تو اپنی جگہ چھوڑ دے اور اس کا پھل ایسا کڑوا اور بدذائقہ کہ زبان پر لگانا مشکل ― بعینہٖ یہی حال کلمہ توحید اور اس جیسے دوسرے کلمات تسبیح و تہلیل وغیرہ کا ہے جن کی جڑیں بندہ مومن کے دل میں مضبوط اور خوب جمی ہوتی ہیں۔ اس درخت کی شاخیں یعنی مومن کے اعمالِ صالحہ آسمان تک پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ فاطر کی آیت ۱۰ کے ایک ٹکڑے میں ہے۔ الیہ یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعہ۔ یعنی اللہ ہی کی طرف سب پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے ― پھر ان اعمال صالحہ کے ذریعہ فوز و فلاح اور رضائے الٰہی کے ثمرات مرتب ہوتے ہیں ― اس کے بالمقابل کلمات شرک و کفر اور فسق و بدعت کا معاملہ حنظل جیسا ہے گو کہ کافر و منافق اور ملحد و مبتدع کے دل میں اس کی جڑ ہے لیکن اتنی سطحی ہے کہ ذرا سے جھٹکے سے اکھڑ جاتی

ہے پھر اس کا پھل کھانے کے قابل نہیں اور نہ ہی اس پر کوئی اچھا اثر مرتب ہوتا ہے ــــ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ جنہیں برصغیر میں پہلی بار اردو زبان میں ترجمہ و تفسیر قرآن کی سعادت نصیب ہوئی اور بقول مولانا محمد قاسم نانوتوی الہامی زبان میں ترجمہ و تفسیر کیا ــــ وہ فرماتے ہیں :-

"مسلمانوں کا دعویٰ درست ہے جس کی دلیل صحیح ہے اور دل میں اثر رکھتا ہے اور روز بروز چڑھتا ہے اور کافروں کا دعویٰ اثر نہیں رکھتا - ذرا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگے اور دل میں اس سے کچھ نور نہیں "

روز بروز چڑھنے کا مفہوم یہ ہے کہ ایمان کے اثرات برابر بڑھتے ہیں - اس پر نئے نئے اثرات مرتب ہوتے ہیں - جوں جوں مسلمان غور و فکر کا خوگر بنتا چلا جاتا ہے اور ذکر و فکر میں آگے بڑھتا ہے توں توں اس کے دل میں زیادہ جلا پیدا ہوتی اور اس کے ایمانی اثرات بڑھتے ہیں - خود قرآن عزیز نے سورۃ انفال کی آیت ۲ میں اس طرف توجہ دلائی اور اشارہ فرمایا ہے ــــ ارشاد ہے :-

"ایمان والے وہی ہیں ، جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل ڈر جائیں ، اور جب اس کی آیتیں ان پر پڑھی جائیں تو ان کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں " (ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

حضرات محدثین کرام علیہم الرحمۃ کے یہاں ایمان میں زیادت کے باقاعدہ ابواب ہیں اور اس پر دلائل قائم کئے گئے ہیں ــــ کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ جوں جوں قدم آگے بڑھے گا ، منزل قریب آئے گی تا آنکہ ایک وقت میں انسان اپنی منزل پر پہنچ کر مسرت و خوشی محسوس کرے گا ــــ انسان جو دنیا میں عبادت و بندگی کی خاطر بھیجا گیا ہے اور جس کا سفر رضا الٰہی کے حصول کا سفر ہے وہ اس راہ میں برابر صحرا نوردی کرتا ہے - اس صحرا نوردی میں کلمہ طیبہ کا ذکر ، تسبیح و تحمید ، نماز و روزہ ، زکوٰۃ و حج ، نیکی و تقویٰ ، رزق حلال و صدق مقال ، سچائی و دیانت ، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ، شرافت و غیرت دینی جیسے فرائض و واجبات کی ادائیگی اسے کرنا پڑتی ہے تو منکرات اور نواہی سے اجتناب بھی کرنا پڑتا ہے - اس جد و جہد اور محنت و سعی کو "شاکر و علیم خدا" قدر و منزلت کی نگاہوں سے دیکھتا قبول کرتا اور پھر اس پر اجرت مرتب کرتا ہے - حتیٰ کہ ایمان و اعمال صالح انسان کے قلب میں ایسے راسخ ہو جاتے ہیں کہ پھر سے بے راہروی کی طرف کوئی کتنا ہی کیوں نہ بلائے اس پر اسے لالچ دے ، ترغیب دے لیکن وہ قرب و اتصال جلوہ ربانی میں ایسا مخمور و مست ہو جاتا ہے کہ اسے ترغیب و ترہیب کا کوئی سا انداز اپنی راہ سے نہیں ہٹا سکتا یہی وہ منزل ہے جس کے متعلق احادیث قدسیہ میں فرمایا گیا ہے کہ میں بندے کے اعضا بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ، سنتا ، چلتا اور پکڑتا ہے ــــ تخلقوا باخلاق اللہ کے نشہ میں سرمست لوگ صبغۃ اللہ کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں - اور پھر دنیا کا کوئی شک کوئی واہمہ انہیں اپنے خالق و مالک سے دور نہیں کر سکتا - ان کی نظر اپنی منزل پر رہتی ہے اور وہ خدائے بزرگ و برتر کی مرضی و منشاء کو رسول برحق ، امام المرسلین ، قائد انسانیت صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی تعلیمات عالیہ سے معلوم کر کے اسی کے مطابق زندگی گذارتا ہے - اور صحیح معنوں میں "عبداللہ" بن جاتا ہے - اس کے بالمقابل راہ حق سے بھٹکا ہوا انسان چاہے وہ اعتقادی خرابی کا شکار ہو یا عملی بے راہروی کا ، اسے خدانخواستہ کفر و شرک کی

بادِ سموم نے آ لیا ہو یا بدعت و الحاد کی تاریکی نے گھیر لیا ہو وہ برابر شک و ارتیاب میں مبتلا رہتا ہے - اس کا ضمیر اسے ہر وقت ملامت کرتا ہے ، دولت اطمینان سے وہ محروم ہو جاتا ہے -

آیاتِ مبارکہ کے آخر میں مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ کا جملہ اس کی بے اطمینانی اور ڈانواں ڈول حالت کو ظاہر کرتا ہے کہ جس طرح حنظل کے شجر خبیثہ کو قرار و جماؤ نہیں یہی حال ایک بدعقیدہ اور بے راہرو کا ہوتا ہے وہ فطرت کی روشنی سے محروم اور سنت کے نور سے نفور انسان زیادہ دیر ثابت و قائم نہیں رہ سکتا - اپنے خود ساختہ عمل و عقیدہ کے لئے اس کے پاس دلائل کی قوت نہیں ہوتی وہ بہت جلد میدان سے بھاگ جاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ جو اس کے پاس دلائل ہوتے ہیں وہ تار عنکبوت کی مانند ثابت ہوتے ہیں اور جلد ہی هباءً منثورا ثابت ہوتے ہیں -

شیخ الاسلام پاکستان حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نور اللہ تعالیٰ مرقدہ کے تفسیری حواشی کا ایک حصہ حرف آخر کے طور پر سماعت فرمائیں تاکہ بات الم نشرح ہو جائے - مولانا فرماتے ہیں :-

"ان دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعویٰ توحید و ایمان پکا اور سچا ہے جس کے دلائل نہایت صاف و صحیح اور مضبوط ہیں - موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا لگتی ہیں ــــ اس کے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین کے کام و دہن ہمیشہ لذت اندوز ہوتے ہیں - الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدابہار درخت روز بروز پھولتا اور بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے - اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک و کفر کے دعویٰ باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی ہوا کے ایک جھٹکے میں اکھڑ کر جا پڑتا ہے - ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اس کی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں ــــ تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہیں - اسی لئے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے "

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان کے نور اور اعمال صالحہ کی برکات سے نوازے اور کفر و شرک اور بدعت و الحاد کی تاریکی سے بچائے

بقیہ : طبی مشورے

سویرے ایک پیالہ گاجر میں پاؤ بھر دودھ ملا کر ناشتہ کریں - دوپہر کھانا کھائیے - سہ پہر سے پہلے کوئی پھل امرود ، سیب ، مالٹا ، سنگترہ کھائیے - شام کا کھانا ہلکا چپاتی اور سالن سونے سے تین گھنٹے پہلے کھا لیجئے - انشاء اللہ صحت ہوگی -

آپ کا دوسرا سوال جنسی نوعیت کا ہے اس کے براہ راست جواب کے لئے براہ کرم جوابی لفافہ بھیجئے -

تھوک میں بلغم

س : میرے ایک بھائی الحاج عبدالمنعم صاحب کو پانچ ماہ سے تھوک میں بے حساب بلغم آ رہا ہے مسجد میں نماز کے وقت صف میں بیٹھے بیٹھے بھی یہی کیفیت ہوتی ہے جس سے دوسرے نمازیوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے - اس بارے میں ڈاکٹری علاج بھی کیا ہے مگر بے سود -

سید شجاعت علی
شاہ میڈیکل ہال خوازہ خیلہ ضلع سوات

جواب : آپ نے مریض کے بارے میں تفصیلات نہیں لکھیں - بہرحال انہیں روزانہ مغز املتاس ۱ تولہ ، اصل السوس ۱ تولہ کا جوشاندہ بنا کر چینی شامل کر کے رات سوتے وقت پلایا کریں - صبح دوپہر شام کھانے کے بعد بادیان ایک ایک تولہ کھلائیں -

نیز روزانہ صبح سویرے ناشتہ سے پہلے ایک کپ نیم گرم پانی میں ۱ چمچہ شہد خالص حل کر کے پلایا کریں -

استکبار اور اُس کے نتائج

قرآن کریم کی روشنی میں

قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطالعے سے اور عقلاً بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا گناہ جراۃ علی اللہ اور تمرد و سرکشی ہے۔ یہ معصیت ام المعاصی ہے اس کے نتائج اور ثمرات اس قدر مہلک ہیں کہ اس کے سامنے شرک کی بھی کوئی حقیقت نہیں شرک کے گناہ عظیم ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے لیکن شرک کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا علاج نہ ہو سکتا ہو۔ ایک مشرک سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ اگر اس کے سامنے شرک کی برائیاں بیان کی جائیں اور خدا کی وحدانیت کے دلائل اس کو سمجھا دیئے جائیں تو ممکن ہے کہ باطل پرستی سے تائب ہو کر سچا حق پرست بن جائے لیکن ایک ایسے شخص سے جو کبر و غرور کے نشہ میں سرشار ہو تو توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ کبھی راہ راست پر آئے کیونکہ وہ اپنے تکبر کی بنا پر کلمۂ حق سننے تک کا بھی روادار نہ ہوگا، پھر اس کی اصلاح ہو تو کیونکر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کی دعوت سب سے پہلے وہ لوگ قبول کرتے ہیں جن غرور سے پاک ہوتے ہیں جب کسی انسان پر غرور و استکبار کا بھوت سوار ہو جاتا ہے تو پھر اس کے سامنے ساری حجتیں بیکار ہو جاتی ہیں۔ تبلیغ و ارشاد کے تمام طریقے بے سود ہو جاتے ہیں جن کو قبول کرنا تو درکنار، اس کو سننے کے لیے بھی وہ تیار نہیں ہوتا۔

اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا (لقمان - ۷)

اور جب ان میں سے کسی کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اکڑتا ہوا منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے ہماری آیتیں کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں ٹینٹ ہیں۔

یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰی عَلَیْهِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا (جاثیہ - ۸)

وہ اللہ کی آیتوں کو پڑھتے ہوئے سنتا ہے پھر بھی مارے غرور کے اڑا رہتا ہے گویا اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں۔ یہی نہیں بلکہ وہ دوسروں کو بھی حق بات سننے سے روکتا ہے مبلغین کی راہوں میں روڑے اٹکاتا ہے ان کی توہین اور آزار کے درپے ہوتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّ یَتَّخِذَهَا هُزُوًا (لقمان)

اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو واہیات قصے کہانیاں مول لے لیتے ہیں تاکہ لوگوں کو بے سمجھے بوجھے راہ خدا سے بھٹکائیں اور آیات الٰہی کی ہنسی اڑائیں۔

اور جب ہماری آیتوں کی خبر پاتے ہیں تو ان کی ہنسی بناتے ہیں یہ انہیں لوگوں کا بیان ہے جن کے سروں میں کبر و غرور کا سودا سمایا ہوا ہے۔ سورۂ فاطر کی ایک آیت میں بالکل تصریح کر دی گئی ہے کہ حق سے اعراض کا سبب استکبار ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ اسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ

پھر جب ڈرانے والا ان کے پاس آ پہنچا تو اس کے آنے سے ان کی نفرت کو ترقی ہوگئی غرور کرنا ملک میں۔

غرض حق سے اعراض، اعراض پر اصرار، افترا پردازی، آیات کی تکذیب، انبیاء کے ساتھ استہزاء اور ان کی توہین، یہ ساری باتیں استکبار کے نتائج و ثمرات ہیں اور یہ وہ جرائم ہیں جو ابلیسانہ اور مجرمانہ حرکتوں کے آخری مظاہر ہیں اسی بنا پر خدا نے ان تمام

لوگوں کو جو ان اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں۔ سب سے بڑا ظالم اور مجرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ

اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو رب کی آیتوں سے تذکیر کی جاتی ہے اور وہ ان سے اعراض کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اس کے ہاتھوں نے کیا پیش کیا۔ الخ

اس کے ہم معنی آیات بے شمار ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے انہیں ذکر نہیں کرتے جب نوبت اس حد تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ اب مرض لاعلاج ہے جتنی ہی دیر ہوگی فساد کے جراثیم بڑھتے جائیں گے اس کے بعد ضروری ہو جاتا ہے کہ خدا کی طرف سے ہلاکت و تباہی کا آخری اعلان سنا دیا جائے تاکہ خدا کی مقدس سرزمین اس کے صالح بندوں کے لئے خالی ہو جائے۔ قرآن پاک میں جن قوموں کی تباہی کا حال بیان کیا گیا ہے۔ ان کی ہلاکت کا اصلی سبب یہی بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے استکبار کی بنا پر خدا کے پیام کو بری طرح ٹھکرا دیا اور طغیانی و سرکشی کے نشہ میں رسولوں کی دعوت کو سننا تو درکنار ان کی توہین اور ایذا کے درپے ہوگئے۔ غور کیجئے نوحؑ اپنی قوم کی سرکشی سے عاجز آ کر اس کی ہلاکت کی دعا کرتے ہیں تو اس کا سبب کیا بیان کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْۤا اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَ اسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَ اَصَرُّوْا وَ اسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا

اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تاکہ تو ان کو بخش دے تو انہوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال لیں اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لیے اور ضد کی اور غرور کیا بڑا غرور۔

آخر میں فرماتے ہیں:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَ لَا یَلِدُوْۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا

(اے خدا اگر تو ان کو چھوڑ دے گا (یہ تباہ نہ کر دیئے جائیں گے) تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے جو بھی پیدا ہوں گے وہ بدکار اور ناشکرے ہوں گے۔

شیطان کا تمرد

تمرد کی ایک واضح مثال شیطان کی ہے جس کا قصہ قرآن کی متعدد سورتوں میں مذکور ہے اس نے تمرد ہی کی بنا پر فرمان ایزدی کی اطاعت سے انکار کر دیا اور تمرد ہی کی بنا پر اسے خدا کے سامنے اس اعلان کی جرأت ہوئی کہ "میں تیرے بندوں کو ہمیشہ تیرے رستے سے بھٹکاتا رہوں گا اور اسے یہ توفیق نہ ہوئی کہ اپنی نافرمانی پر پشیمان ہوتا اور توبہ کرتا کہ توبہ کرنے والوں کے لیے رحمت باری کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے کیا آدم سے خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا سبب غرور نہ تھا بلکہ غفلت تھی جو تقاضائے بشریت ہے یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی انہیں تنبیہ ہوئی فوراً توبہ کی۔

بنی اسرائیل کا تمرد

قرآن کریم میں جس کثرت اور تفصیل سے بنی اسرائیل کا ذکر آیا ہے غالباً کسی قوم کا نہیں آیا ہے اگر بنی اسرائیل کی پوری تاریخ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک سامنے رکھی جائے تو ان کے عروج و زوال کی ایک مکمل تصویر نگاہوں کے سامنے آجائے گی۔

بنی اسرائیل کا ایک وہ زمانہ ہے جب ان پر خدا کی نعمت اور رحمت کا فتح باب ہوتا ہے وہ فرعون جیسے باغی اور سرکش بادشاہ کے پنجۂ استبداد سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں نجات پاتے ہیں اور استخلاف فی الارض کے لیے منتخب ہوتے ہیں۔ بادشاہت اور تخت و تاج کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کو خدائے برتر کی جانب سے ایک عہدنامہ ملتا ہے کہ اگر تم لوگ میرے احکام و قوانین کی تعمیل کرو گے تو تم زمین کے وارث ہوں گے اور میری برکتوں اور نعمتوں کے ہمیشہ مستحق رہوگے اور اگر تم نے میرے عہد کو توڑا تو تم میرے غضب و عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے۔ یہ خدا کا بنی اسرائیل کے ساتھ عہد تھا۔ یہ عہد ہر اس قوم سے ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ دی جاتی ہے تاکہ کارخانۂ کائنات درہم برہم نہ ہونے پائے یہ بنی اسرائیل اس عہد پر قائم نہ رہے ان کے اندر دولت و ثروت تخت و تاج اور مذہبی پیشوائی کا غرور پیدا ہوگیا۔ پھر انہوں

نے اس نشہ میں احکام خداوندی کی ایک ایک دفعہ کی نافرمانی کی۔ انبیاء اور پیغمبران کی تذکیر اور تجدید عہد کے لیے آئے تو انہیں ٹھکرا دیا بلکہ ان میں سے بعض کو قتل بھی کر ڈالا۔ انجام کار ان کی تمام عزّت و ثروت چھن گئی اور بارہا ایسا ہُوا کہ انہیں ظالم بادشاہوں کے ذریعے عبرت ناک تباہی سے دوچار ہونا پڑا، نبوّت بھی جو ہمیشہ اس قوم میں آتی ہے جسے خدا کو نوازنا منظور ہوتا ہے ان سے چھن گئی اور آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسمٰعیل میں مبعوث ہُوئے۔ آپ رحمتِ عالم بن کر آئے تھے۔ اب بھی موقعہ تھا کہ وہ آسمانی بادشاہت کی بشارت سُنانے والے پہ ایمان لاکر اپنی کھوئی ہوئی عزّت دوبارہ حاصل کر لیتے مگر غرور و تکبر کا نقشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا۔ آخر انہوں نے اس موقع کو بھی کھو دیا۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل کی تاریخ پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

(۱) کہ طغیان و سرکشی سے دلوں کی صلاحیت کھو جاتی ہے اور قلوب پر اس قدر تو بر تو پردے پڑ جاتے ہیں کہ ان میں خیر کے گھسنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(۲) طغیان و سرکشی قوموں کی ہلاکت اور دنیا و آخرت دونوں میں ذلت و رسوائی کا باعث ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو بارہا اس سے روکا گیا چنانچہ فرمایا کہ:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا الخ

مختلف مواقع پر صراحتًا و اشارۃً مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ دیکھو تمہارا حال ویسا ہی نہ ہو جائے جیسا یہود کا ہُوا۔

استکبار کا سلبی پہلو

اب تک آپ کے سامنے استکبار کا ایجابی پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ اس سلبی پہلو پر بھی غور کر لیجیے کیونکہ ؎

وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْأَشْيَاءُ

قرآنِ پاک میں بیشمار آیتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے جس طرح تمام خرابیوں کی بنیاد تکبر ہے اسی طرح تمام نیکیوں کا سرچشمہ خشیت ہے اور جس طرح تکبر سے ایمان اور رشد و ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح خشیت اور تقویٰ سے ایمان اور معرفت حق کی روشنی پیدا ہوتی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ انہیں لوگوں سے دعوتِ حق قبول کرنے کی امید کی جا سکتی ہے جن کے دل تکبر کے اثر سے بالکل پاک ہوتے ہیں ان کے کانوں میں صدائے حق پہنچتی ہے اور وہ اس کے نغمۂ جاں نواز سے مست ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ ان کی گمشدہ دولت تھی جس کی جستجو میں وہ مدتوں سرگرداں تھے سورۂ انعام کی اس آیت پر غور کیجیے۔

وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝

اور تو مسلمانوں کی محبت میں سب سے نزدیک ان لوگوں کو پائے گا جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں اس واسطے کہ ان میں قسیسین اور رہبان ہیں اس واسطے کہ وہ تکبّر نہیں کرتے۔

یہی وہ نصاریٰ ہیں جن کے سامنے آیاتِ خداوندی کی تلاوت کی گئی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انہوں نے دعوت کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝

جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اُترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتی ہیں وہ بول اُٹھتے ہیں کہ "پروردگار! ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے" اور وہ کہتے ہیں کہ "آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں جبکہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے؟"

ذرا ان کے کلام پر غور کیجیے ایک ایک لفظ سے ان کی شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے گویا اسی مطلوب کے انتظار میں وہ گھڑیاں گن رہے تھے لیکن یہ کون لوگ ہیں؟ یہ رہبان اور قسیسین ہیں ان کا خاص وصف یہ ہے کہ متکبر نہیں ہیں۔ وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝ اس سے ماقبل یہود

(باقی ۲۴ پر)

تحریر: حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

مولانا غلام غوث ہزاروی رحؒ کے ساتھ چند لمحے

راقم الحروف کی زندگی کا ایک حادثہ تو یہ ہے کہ حضرت شیخ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا پیدائشی مُرید ہونے کے باوصف علامہ المشرقی کی خاکسار تحریک میں شامل ہُوا۔ اور اس خاکی رنگ پر کوئی اور رنگ نہ چڑھ سکا۔ لیکن دوسرا حادثہ اس سے عجیب تر ہے وہ یہ کہ اس خاکساری کے ساتھ مجلس احرار یا مجلسِ تحفظ ختم نبوت کے ترجمان اخبارات روزنامہ آزاد اور روزنامہ نوائے پاکستان لاہور کی ایڈیٹری — یعنی۔

؎ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

آغا شورش کاشمیری سے تو میری صاحب سلامت ۱۹۳۶ء ہی میں ہو گئی تھی۔ لیکن بعض نیشلسٹ اور احرار بزرگوں — مولانا مظہر علی اظہر، مولانا سید محمد داؤد غزنوی، خواجہ عبدالرحیم عاجز، جانباز مرزا، مولانا محمد حنیف ندوی، حکیم عبدالمجید عتیقی، علامہ حسین میر کاشمیری، ملک نصر اللہ خاں عزیز اور حکیم محمد ظفر اللہ قریشی (یہ دونوں حضرات ابھی جماعت اسلامی میں شامل نہیں ہوئے تھے) وغیرہ حضرات سے بھی میرے نیاز مندانہ مراسم موجود تھے۔

قیام پاکستان کے بعد جب میں نے لائلپور میں اپنی صحافتی زندگی کا آغاز کیا تو شہر کے جن احباب نے میرا محاصرہ کیا ان کی اکثریت مجلس احرار سے متعلق تھی لائلپور ہی میں مولانا تاج محمود، خواجہ جمال الدین بٹ، میر عبدالقیوم ایڈووکیٹ، مولانا عبیداللہ احرار، حکیم حافظ عبدالمجید نابینا، شیخ حسام الدین، مولانا سید عبدالغفار غزنوی وغیرہ حضرات سے تعارف ہُوا جس کے نتیجہ میں آخرکار ان سب حضرات نے مجھے ۱۹۵۲ء میں روزنامہ آزاد لاہور کے لیے اغوا کر لیا جہاں برادر مکرم حضرت مولانا مجاہد الحسینی کی رفاقت میسّر آ گئی۔

یہی وہ زمانہ تھا جب اسی دفتر میں محترم ماسٹر تاج الدین انصاری، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا محمد علی جالندہری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا غلام غوث ہزاروی سے وقتاً فوقتاً شرف نیاز حاصل ہوتا رہا۔ ان سب حضرات کو میرا خاکسار ہونا معلوم تھا لیکن یہ موضوع کبھی زیر بحث نہ آیا۔

یوں تو یہ سب حضرات محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے لیکن ماسٹر تاج الدین انصاری تو مجسمۂ محبت تھے۔ یہ شاید اس لیے بھی کہ مجھے لدھیانہ کی سرزمین کے ہر ذرے سے ازلی محبت ہے۔ البتہ مولانا غلام غوث ہزاروی کی شخصیت سے میں ذرا خوف زدہ رہتا اور وہ جب کبھی تشریف لاتے میں ان سے دور ہی رہنے میں اپنی عافیت جانتا لیکن رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہو گئی اور ان سے بھی وہی بے تکلفی شروع ہو گئی جو دوسرے احباب سے پہلی ہی ملاقاتوں میں پیدا ہو گئی تھی۔ کبھی کبھار وہ ہدایات دینے کے موڈ میں تشریف لاتے اور فرماتے فلاں مسئلے پر اب مزید لکھنا بند کر دو۔ اور میں جواب دیتا کہ نہیں حضرت مولانا ایسا نہیں ہو سکتا۔ اور میں آپ کے حکم کا پابند نہیں ہوں مجھے دلائل سے قائل کیجیے رعب سے نہیں۔ اس پر فرماتے ہاں بھئی تم آزاد کے ایڈیٹر ہو، خود بھی آزاد، اخبار بھی آزاد۔ اچھا جو تمہارے

تاریخ وفات

مولانا غلام غوث ہزاروی

"آہ! سنِ مرگِ غوثِ زماں"

۱۹۸۱ عیسوی

نتیجۂ فکر:۔ حکیم آزاد شیرازی مدیر تذکرہ لاہور

جی میں آئے لکھو۔ وہ مسکراتے کم تھے قہقہہ بلکہ زور دار قہقہہ لگا کر ہنستے تھے۔ ان کے ہنسنے کے اس انداز سے جو لوگ ناآشنا تھے وہ اس ہنسی سے بھی ڈر جاتے تھے اس زمانہ میں حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کا خطبہ جمعہ آزاد میں شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا اور یہ خطبہ اکثر مرحوم حافظ حمید اللہ لے کر دفتر تشریف لایا کرتے۔ برادرم مولانا مجاہد الحسینی کے اہل و عیال دفتر کی بالائی منزل ہی میں رہتے تھے۔ اگرچہ ان کا مستقل قیام مظفر گڑھ میں تھا۔ راقم الحروف اب تک غیر شادی شدہ تھا لیکن مجاہد صاحب کو مجھ سے اتنی شدید محبت ہوئی کہ میرے شب و روز دفتر ہی میں گزرنے لگے۔ میں نے بھی اخبار کے لیے خوب محنت کی اور اخبار کی اشاعت چھ سات ہزار سے پچیس تیس ہزار تک پہنچا دی۔ مجاہد صاحب نے ادارتی ذمہ داریاں زیادہ تر مجھ پر ڈال دیں اور جب دفتری مصروفیات سے فارغ ہوتے تو مجھے لے کر شہر کی سیرو سیاحت (مختلف احباب سے ملاقاتیں شاپنگ وغیرہ) کے لیے نکل جاتے دفتر میں بھی میرے لیے انواع و اقسام کے کھانے، دفتر سے باہر بھی مختلف ہوٹلوں میں خورد و نوش، رات کے بارہ بجے تک مولا داد کے ہوٹل سے قہوہ نوشی، غرض وہ کسی نہ کسی بہانے مجھے اپنے ہمراہ رکھتے۔ اور میں بمشکل جان چھڑا کر بارہ بجے گھر پہنچتا۔

جب مولانا غلام غوث ہزاروی کے علم میں یہ بات آئی کہ میں حضرت شیخ التفسیرؒ کا پیدائشی مرید ہوں (اگرچہ خاکسار ہوں) تو وہ بھی مجھ پر بہت مہربان ہونے لگے۔ اور کئی مرتبہ انہوں نے فرمایا یہ ہمارے شیخ لاہوری کی کرامت ہے کہ تم خاکساری کا رستہ طے کرکے بالآخر اپنے صحیح مرکز پر آگئے ہو۔ اور میں کہتا آپ سچ فرماتے ہیں لیکن یہ خاکی رنگ بھی تو میرا پیدائشی رنگ ہے کہ میں خاک کا پتلا ہوں اس پر وہ خوب ہنستے اور کہتے کہ تم اپنی شرارت سے باز نہیں آتے — بلاشبہ میری صحافتی زندگی کا یہ سنہری دور تھا اور احرار رہنماؤں کے بارے میں مجھے اپنے سابقہ خیالات پر نظر ثانی کرنا پڑی کیونکہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" مجھے ان بزرگوں کی محبت اور شفقت بھی میسر آئی اور ان کے کردار کا مشاہدہ کرنے کا موقع بھی ملا۔ اور اگرچہ مجھے آغا شورش نے ایک روز فون پر کہا کہ شیرازی صاحب! آپ ان مولویوں کے پاس کیا لینے آئے ہیں —؟ میں نے کہا "آغا جان! ان مولویوں کے پاس جو کچھ تھا وہ تو آپ لے گئے اب ان بیچاروں کے پاس کیا رکھا ہے لہٰذا مطمئن رہئے میں کچھ لینے نہیں آیا اور —

حفاظت کرنے والے خرمنوں کی مطمئن بیٹھیں
تجلی برق کی محدود میرے آشیاں تک ہے

آغا خوب ہنسے، دو روز بعد ملک نصر اللہ خاں عزیز نے مجاہد الحسینی سے فون پر کہا۔ کیوں جی مولانا —! آپ نے ہمارے آدمی کو اغوا کر لیا ہے، مجاہد صاحب نے حیرانی سے پوچھا کس آدمی کو؟ عزیز صاحب نے کہا آزاد شیرازی کو اور کس کو! (بات یہ تھی کہ ملک صاحب نے جب روزنامہ تسنیم جاری کیا تو میں اس کا پہلا نیوز ایڈیٹر تھا۔ اور تسنیم بند ہو گیا) میں نے مجاہد صاحب سے فون پکڑا اور ملک صاحب سے کہا کہ آپ مطمئن رہیئے مجھے یہ لوگ اپنا اخبار بند کرانے کے لیے لائے ہیں۔ ملک صاحب بھی خوب ہنسے۔ چند روز بعد مولانا تاج محمود اور مجاہد الحسینی کے ہمراہ مرحوم حمید نظامی سے ملنے گیا۔ نظامی صاحب نے دونوں حضرات سے کہا کہ "اس شریف آدمی کو آپ نے کیونکر اغوا کر لیا ہے؟ اور مجھے کہا کہ شیرازی صاحب ان مولویوں کے جال سے نکل جائیے — میں نے گزارش کی" نظامی صاحب! اب تو اس جال میں پھنس گیا ہوں۔ اب رہائی ملے گی تو مر جاؤں گا۔ —

جو جانتے تری زنجیر زلف کا عالم
اسیر ہونے کی آزاد آرزو کرتے

اور پھر یوں ہوا کہ تحریک ختم نبوت زور پکڑنے لگی اور علمائے کرام کی مجلس عمل نے خواجہ ناظم الدین کی حکومت سے بات چیت میں ناکامی پر ڈائرکٹ ایکشن کا اعلان کر دیا۔ جب تک یہ اعلان نہیں ہوا تھا ماسٹر تاج الدین انصاری روزانہ ہمیں تسلی دیتے تھے کہ یہ مسئلہ پرامن طور پر حل ہو جائے گا اور کہ حکومت بس اب ہمارا مطالبہ تسلیم کرنے ہی والی ہے لیکن ماسٹر جی کی یہ خوش فہمیاں جلد دور ہو گئیں۔ کراچی میں مجلس عمل کے سبھی رہنما گرفتار ہو گئے۔ پنجاب میں دولتانہ وزارت بھی ختم ہو گئی مرکزی حکومت کا تختہ بھی الٹ گیا اور پورا ملک مارشل لاء کی زد میں آگیا۔ میں

میں نے اس روز (غالباً ۲۸ فروری ۱۹۵۳ء) مجاہد صاحب پر بہت زور دیا کہ آج اخبار کی آخری کاپی پانچ بجے شام تک پریس میں پہنچا دی جائے اور پرچہ شائع کرکے ایجنٹوں کو روانہ کر دیا جائے کیونکہ مجھے آج رات پرچہ کی اشاعت پر پابندی کا اندیشہ ہے لیکن مجاہد صاحب نے اس روز بھی اپنے روایتی تساہل سے کام لیا نتیجہ یہ نکلا کہ رات دس بجے جب آخری کاپی کتابت کے آخری مراحل سے گزر رہی تھی۔ ایس پی صاحب اور دوسرے سرکاری افسران دفتر میں آپہنچے اور اخبار کی بندش کے حکمنامے پر دستخط کرا کے اخبار بند کر گئے

میں نے مجاہد صاحب کو اسی وقت مظفر گڑھ روانہ کر دیا کیونکہ مجھے ان کی گرفتاری کا بھی اندیشہ تھا ان کے اہل و عیال پہلے ہی مظفر گڑھ جا چکے تھے۔ اب دفتر کی پوری ذمہ داری مجھ پر عاید ہو گئی۔ چونکہ اخبار مہینے کے آخر میں بند ہوا تھا ایجنٹ حضرات کے ذمے پورے مہینے کے واجبات تھے اور اخباری عملے کی تنخواہیں دفتر کے ذمے تھیں۔ پریس میں اخبار کا کافی کاغذ پڑا تھا جو میں نے ملک نصر اللہ خاں عزیز صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس طرح کاتب حضرات اور دوسرے عملے کے واجبات ادا کر دیئے سی آئی ڈی کے آدمی سفید کپڑوں میں دفتر کا محاصرہ کئے رکھتے تھے میری "کلین شیو" میرے بہت کام آئی اور وہ حضرات مجھے دفتر کا کلرک ہی سمجھتے رہے اور داڑھی والے کمیونسٹ ظہیر کاشمیری کو مولوی سمجھتے ہوئے پولیس نے گرفتار کر لیا لیکن آخر کب تک — شیخ حسام الدین صاحب کے صاحبزادے شیخ ریاض الدین صاحب نے ایک دن مجھ سے دفتر کی چابیاں طلب فرمائیں اور تیسرے روز دفتر پر فوج نے قبضہ کر لیا۔

اس دوران مجھے حافظ حمید اللہ صاحب کا پیغام ملا کہ میں انہیں مدرسہ قاسم العلوم میں آکر ملوں۔ لاہور میں لوگوں کی آمد و رفت پر حکومت کی پابندیاں اور لوگوں کی نقل و حرکت کی کڑی نگرانی شروع ہو گئی پولیس اور فوج امیر شریعت کے صاحبزادے سید عطاء المنعم اور مولانا غلام غوث ہزاروی کی تلاش میں تھی۔ میں پولیس کی نظروں سے چھپتا چھپاتا مدرسہ قاسم العلوم پہنچا۔ وہاں مدرسہ کی بالائی منزل پر سید عطاء المنعم اور مولانا غلام غوث ہزارویؒ موجود تھے۔ ان سے ملاقات ہوئی میں نے انہیں مشورہ دیا آپ کل سے پہلے لاہور سے باہر کسی نہ کسی طرح چلے جائیں۔ ورنہ یہاں بھی آپ زیادہ دن محفوظ نہیں رہ سکیں گے کیونکہ پولیس کو آپ حضرات کی شدت سے تلاش ہے اور وہ کسی بھی وقت آپ کی بُو سونگھ کر مدرسہ پر چھاپہ مار سکتی ہے۔ میں نے مولانا سے گزارش کی کہ میں سیفٹی ریزر لے آتا ہوں اور کوٹ پتلون بھی آپ شیو کرکے اور کوٹ پتلون پہن کر اپنا حلیہ تبدیل کیجئے اور لاہور سے باہر نکل جائیے کیونکہ پولیس کو صرف داڑھی والے لوگ ہی مشکوک نظر آتے ہیں۔ مولانا میرے اس مشورے پر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے۔ تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں۔ لیکن سید عطاء المنعم نے میرے مشورے کی تائید کی اس پر مولانا اور زیادہ چڑ گئے۔ میں نے کہا پھر میں آپ کے لیے برقعے کا انتظام کرتا ہوں — پھر یوں ہوا کہ مولانا اور عطاء المنعم صاحب کو ایک چھوٹی سی کار میں بٹھا کر مدرسہ قاسم العلوم سے شام کے اندھیرے میں لاہور سے باہر روانہ کر دیا گیا۔ اور دوسرے روز لاہور سے مسافروں کی آمد و رفت پر سخت پہرے بٹھا دیئے گئے۔

— میں یہاں سے فارغ ہو کر لائلپور ہوتا ہوا مظفر گڑھ پہنچا تاکہ مولانا مجاہد الحسینی صاحب سے جا کر مل سکوں۔ لائلپور پہنچا تو ایک پولیس افسر نے مجھے بتایا کہ لائلپور پولیس تو تمہاری تلاش میں ہے۔ لہٰذا میں اسی روز مظفر گڑھ روانہ ہو گیا اور میرے مظفر گڑھ پہنچنے کے دوسرے روز مجاہد الحسینی صاحب بھی گرفتار ہو گئے۔ پھر تحریک کے رہنماؤں کو فوجی عدالتوں نے سزائیں سنائیں اور آخر کار یہ سزائیں معطل ہوئیں اور تحریک کے کم و بیش سبھی رہنما رہا ہو گئے۔ لاہور میں روزنامہ آزاد کے بعد زمیندار اور تسنیم بھی بند ہو گئے۔ میں بے کاری کے عالم میں راؤ مہروز اختر خاں اور محمد افضل صاحب کے نئے روزنامہ ترجمان کا نیوز ایڈیٹر بنا لیکن پھر نومبر ۱۹۵۳ء میں روزنامہ سعادت لائلپور میں چلا گیا۔ دریں اثنا مجلس احرار کے دو گروپ ہو گئے۔ ایک گروپ شیخ حسام الدین اور ماسٹر تاج الدین انصاری سمیت سہروردی صاحب کی عوامی لیگ کا حامی بن گیا۔ اور دوسرا گروپ "مجلس تحفظ ختم نبوت" کی صورت

میں مولانا محمد علی جالندہری، مولانا تاج محمود، مجاہد الحسینی صاحب وغیرہ حضرات پر مشتمل خالص غیر سیاسی اور مذہبی بنیادوں پر قائم ہوا۔ شاہ جی کی حیثیت غیر جانب دار انسان کی سی رہی۔ لیکن وہ سیاست کو سؤر کی بوٹی کہہ کر حرام پہلے ہی قرار دے چکے تھے اور ان کی عملی ہمدردی مجلس تحفظ ختم نبوت ہی کو حاصل رہی۔ روزنامہ آزاد اب شیخ حسام الدین صاحب کے قبضہ میں تھا۔ مولانا مجاہد الحسینی مظفر گڑھ میں بے کاری کے دن گزار رہے تھے مجلس تحفظ ختم نبوت کا کوئی ترجمان اخبار موجود نہ تھا بالآخر مولانا تاج محمود صاحب کی کوششوں سے مقبولِ عام پریس لاہور والوں سے ان کا روزنامہ "نوائے پاکستان" لاہور حاصل کیا گیا۔ مجاہد صاحب نے دفتر سنبھالا اور مجھے پھر لائلپور سے لاہور بلایا گیا کہ میرے بغیر اخبار کی اشاعت ممکن نہیں۔ یہ ۱۹۵۶ء کا سال تھا میں لاہور آنے کو ہرگز تیار نہ تھا۔ لیکن مولانا تاج محمود، اور مجاہد صاحب اور مولانا محمد علی جالندہری کے زبردست اصرار پر میں ایک مرتبہ پھر ان کا اسیرِ زلف ہو گیا۔ مولانا جالندہری نے مجھے یقین دلایا کہ اخبار جاری رہے یا بند ہو جائے ہم آپ کو اپنے سے الگ نہیں ہونے دیں گے اور اب مرتے دم تک آپ مجلس سے وابستہ رہیں گے۔ مجاہد صاحب نے میرے والد مرحوم سے بھی کہا کہ آپ شیرازی صاحب کو لائلپور سے بلا لیں۔ اور اسی طرح میں نے روزنامہ نوائے پاکستان کے مینجنگ ایڈیٹر کا عہدہ سنبھالا۔ لیکن جب میں نے دفتری ماحول کا جائزہ لیا اور اپنی نئی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ تو مجاہد صاحب کو ان کے چند نئے ساتھیوں نے گھیرے میں لے رکھا تھا۔ میں اپنی ذمہ داریوں کے ہاتھوں مجبور تھا کہ دفتری نظم و نسق کو درست کروں اور پھر مجھے یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ یا تو مجاہد صاحب کی دوستی سے ہاتھ دھو بیٹھوں یا نوائے پاکستان کو چھوڑ کر چلا جاؤں۔ میں نے دفتر کی صورتِ حال سے مولانا جالندہری کو مطلع کیا اور جب اصلاحِ احوال کی کوئی صورت دکھائی نہ دی تو نوائے پاکستان کو چھوڑ کر واپس لائلپور پہنچ گیا اس زمانے میں مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب وقتاً فوقتاً دفتر میں تشریف لاتے رہے۔

اس دوران بہاولپور سے شیعہ سنی فسادات کا آغاز ہوا۔ میرا موقف یہ تھا کہ ہمیں ہر قیمت پر ان فسادات کو روکنا چاہیئے۔ کیونکہ کل تک تحفظ ختم نبوت کے مسئلے پر شیعہ حضرات نے سنی حضرات کا بھرپور ساتھ دیا ہے آج ہم شیعہ حضرات سے الجھیں گے تو قادیانی ہمیں "دین ملّا فی سبیل اللہ فساد" کا طعنہ دیں گے۔ اور پھر ایک روز دفتر میں مولانا غلام غوث ہزاروی اور دوسرے رہنماؤں کی موجودگی میں، میں نے اپنا موقف زیادہ ہی شدت سے پیش کیا اس پر مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا۔ کہ ان سے اب تک مجھے جو عقیدت و احترام تھا وہ یکسر ختم ہو گیا اور مولانا کہنے لگے۔ لوجی شیرازی تو اب رافضی ہو گیا ہے ـــ! کچھ مجاہد صاحب سے دفتری معاملات میں اختلافات، کچھ مولانا ہزاروی صاحب کا رویّہ ـــ اب میں مستعفی ہو کر لائلپور چلا آیا اور مولانا تاج محمود صاحب کو اپنے اس فیصلے سے آگاہ کر دیا۔

پھر فیلڈ مارشل صدر محمد ایوب خاں صاحب کا دور آیا اور اخبارات پر سنسر کی پابندیاں عاید ہوئیں۔ یہ ۱۹۶۲ء کا زمانہ تھا جب میں نے سنسر شپ کی ان پابندیوں سے تنگ آکر صحافت کو یکسر خیرباد کہہ دیا اور لائل پور کو چھوڑ کر لاہور چلا آیا اور یہاں طبیب بن کر گوشہ نشین ہو گیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ ختم ہوئی اور غالباً ۱۹۶۶ء کے اوائل میں آغا شورش کاشمیری نے مجھے یاد فرمایا اور فرمائش کی کہ میں اسلام میں سرمایہ داری کے موضوع پر ایک طویل مقالہ لکھوں ـ میں نے۔ یہ مقالہ لکھا جو ہفت روزہ چٹان میں بالاقساط شائع ہوا۔ اے، کے، سومار صاحب نے سرمایہ داری کے حق میں ٹرسٹ کے اخبارات میں ایک طویل سلسلہ مضامین شروع کیا۔ میں نے ان کے مضامین کا بھی تعاقب کیا اور میرے یہ مضامین چٹان اور نوائے وقت میں شائع ہوتے رہے انہی دنوں تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں۔ مولانا محمد علی جالندہری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا غلام غوث ہزاروی اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہو گئی۔ مولانا ہزاروی فرمانے لگے کہ آغا شورش اور شیرازی دونوں رافضی ہو گئے ہیں۔ مولانا جالندہری بولے۔ نہیں۔ یہ دونوں کمیونسٹ ہو گئے ہیں ـــ مولانا جالندہری فرمانے لگے کیوں بھئی شیرازی کیا چین سے کوئی وظیفہ ملنے لگا ہے۔ میں نے گزارش کی کہ آپ کو امریکہ سے وظیفہ ملتا ہے تو پھر مجھے بھی چین سے وظیفہ لینے میں کیا حرج ہے۔ قاضی صاحب نے میری اور آغا صاحب کی حمایت کی اور اس بحث کو خوشگوار طریقے سے ختم کر دیا۔

اس کے بعد مدت تک مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب سے ملاقات کی نوبت نہ آئی۔ ایک دن حکیم محمد ظفر اللہ قریشی صاحب میرے ساتھ کسی طبی اجتماع سے واپسی پر رنگ محل پہنچے تو فرمانے لگے کہ چلئے ذرا یہاں ترجمان اسلام کے دفتر چلیں۔ اور مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب کے دواخانہ کا بھی جائزہ لیں۔ اور ذرا میری ان سے ملاقات بھی کروادیں۔ مولانا کا قلم ان دنوں مولانا مولانا مودودی صاحب اور ان کی جماعت اسلامی کے خلاف خوب چل رہا تھا ـ میں حکیم صاحب کو ساتھ لیے مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے حکیم صاحب کا نام لے کر ان کا مزید تعارف کرانا ہی چاہا کہ مولانا نے حکیم صاحب کے نام پر طنز کا تیر چلا دیا اور فرمانے لگے واہ کیا نام ہے "ظفر اللہ"۔ میں نے گزارش کی حضرت مولانا ـــ ان کا نام ظفر اللہ ہے لیکن یہ نہ پاکستان کے وزیر خارجہ ہیں نہ ان کے ہم عقیدہ ـــ یہ تو حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے جاری کردہ خیراتی ہسپتال کے انچارج طبیب اور جمعیۃ علمائے ہند اور مجلس احرار کے بڑے سرگرم کارکن رہ چکے ہیں لیکن مولانا نے میری بات پر توجہ نہ دی ـ پھر میں نے بڑے ادب سے گزارش کی۔ کہ حضرت مولانا آپ جماعت اسلامی اور مودودی صاحب کے خلاف اپنے خیالات کا بھرپور اظہار فرمایئے لیکن یہ جو آپ "منشی مودودی اور اس قسم کے دوسرے لفظ استعمال کرتے ہیں یہ آپ کے شایانِ شان نہیں ہیں۔" اس پر مولانا سخت جلال میں آ گئے اور کہنے لگے "شیرازی" ـ! کیا تو بھی مودودیہ ہو گیا ہے ـ ؟

میں نے پھر بڑے ادب سے گزارش کی "یا حضرت! میرے مودودیہ ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا میں نے اپنی حقیر رائے کا اظہار کیا تھا لیکن آپ کے جاہ و جلال کی اس مجلس میں تو بات کرنے کو ترستی ہے زباں میری" ـ میں اپنے غصہ کو قہر درویش بر جانِ درویش کے مصداق ضبط کرتے ہوئے ان سے رخصت ہوا۔

پھر وہ وقت آیا جب صدر محمد ایوب خاں کی آمریت کے خلاف ذوالفقار علی بھٹو صاحب نے نعرۂ مستانہ لگایا اور پوری قوم (مودودی صاحب کے سوا) بھٹو صاحب کی ہمنوا ہو گئی۔ مولانا غلام غوث ہزاروی بھی بھٹو صاحب کے ہم نوا ہوئے۔ سوشلزم، اسلامی سوشلزم، مساواتِ محمدی کے نعروں سے پورا ملک گونجنے لگا۔ بھٹو صاحب پر قوم نے اندھا دھند اعتماد کیا جس میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ ہاں میں نے نہایت خلوص نیت کے ساتھ شیرانوالہ دروازہ اور فاروق گنج کے نوجوانوں کو پیپلز پارٹی کے جھنڈے تلے متحد کیا۔ اس خیال سے کہ اب اس ملک سے سرمایہ داری کا خاتمہ ہوگا آمریت سے لوگوں کو نجات ملے گی۔ بھٹو صاحب کے خلاف کفر کے فتوے دینے والے علماء کے خلاف مولانا ہزاروی اور جمعیۃ علماء نے دھواں دھار تقریریں کر کے بھٹو صاحب کی حمایت کی اور خود سوشلسٹ مولوی کہلانا بھی برداشت کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ آمریت کی گھٹن کے خلاف کوئی راہزن بھی آواز بلند کرے تو عوام الناس اسے اپنا رہنما تسلیم کر لیتے ہیں۔ راقم الحروف پر روزنامہ مساوات میں شمولیت کے پہلے ہی مہینے پیپلز پارٹی کی حقیقت داشگاف ہو گئی۔ اور حنیف رامے صاحب سے یہ کہہ کر مساوات سے واپس چلا آیا کہ میں جسے مساوات سمجھ کر آیا تھا وہ "عدم مساوات" ثابت ہوا۔

میں نے اس زمانہ میں "تذکرہ" کے صفحات بھی پیپلز پارٹی اور بھٹو صاحب کی حمایت کے لیے وقف کر دیئے۔ مودودی صاحب کی بھرپور مخالفت اور مولانا ہزاروی صاحب کی پوری حمایت کرتا رہا۔ جمعیۃ العلمائے اسلام، خاکسار تحریک امیر حبیب اللہ سعدی گروپ، لیبر پارٹی اور دوسری بیشمار جماعتوں نے بھٹو صاحب سے باقاعدہ تحریری معاہدے کیے اور بھٹو صاحب کو وہ مقبولیت عامہ حاصل ہوئی جو اس سے پہلے صرف قائداعظم کو حاصل ہوئی تھی۔ لیکن جب قائد عوام نے "اِدھر ہم اُدھر تم" اور ایک "پاکستان" کا نعرہ لگایا تو میرا ماتھا ٹھنکا اور میں نے پیپلز پارٹی کی حمایت سے دستکشی اختیار کر لی۔ اور پھر اس عوامی لیڈر نے عوام کے ساتھ جو مذاق کیا وہ تاریخ کا ایک ناقابلِ فراموش باب ہے۔ لیکن مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب نے بھٹو صاحب کے خلاف قومی اتحاد کی تحریک میں حصہ نہ لیا اور جمعیۃ العلماء سے علیحدگی اختیار کر کے جمعیۃ کو ہزاروی گروپ اور مفتی گروپ میں تقسیم کر

لیا۔ اور آخر وقت تک بھٹو کو مودودی صاحب پر ترجیح دیتے رہے۔ اب ہزاروی صاحب کے موقف کا تجزیہ تو مستقبل کا مؤرخ ہی کرسکے گا البتہ غالبؔ مرزا کا یہ شعر مولانا ہزاروی کی تائید ہی میں ہے کہ ؎

وفا داری بشرطِ استواری اصل ایماں ہے
مرے بت خانے میں تو کعبہ میں گاڑو برہمن کا

راقم الحروف کو مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب سے ہزارہا اختلافات کے باوصف ان کے خلوصِ نیت پر شک و شبہ کی ادنیٰ گنجائش نہیں — اور جن لوگوں نے "قومی اتحاد" کا شیرازہ منتشر ہوتا دیکھا ہے وہ مولانا مرحوم کے موقف کی صداقت پر اگر یقین کرلیں تو ان کا کیا قصور ہے؟ اور اب جب مولانا مرحوم کا معاملہ براہِ راست خالقِ کائنات سے ہے ہم ان کے لیے دعائے مغفرت ہی تو کرسکتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

؎ پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرؔ سے محبت نہیں رہی

بقیہ: استکبار

کا ذکر ہے جن کو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن بتایا گیا ہے۔ یہ دونوں وصف تکبر کے لازمی نتائج ہیں۔

اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لیے سب سے واضح آیت سورہ سجدہ کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی آیتوں پر ایمان وہی لوگ لاتے ہیں جن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو فوراً اپنے رب کی عظمت وجلال اور فضل وکرم کا پیام سن کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ توفیق بھی اسی درجہ سے ہوتی ہے۔ کہ وہ متکبّر نہیں ہیں۔

اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِّرُوْا بِہَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَہُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝

ہماری آیات پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جنہیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ وہ تکبّر نہیں کرتے۔

اس جگہ اسلوب کلام سے ظاہر ہو گیا کہ خدا کی آیتوں پر ایمان کی توفیق انہی کو ہوتی ہے جن کے قلوب استکبار سے خالی ہیں۔

اب ذرا تذکیر کے مفہوم کو بھی سمجھ لینا چاہیئے افلاطون کا قول ہے کہ "انسان کو جن چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ اس کے باطن میں موجود ہیں۔ خارج سے کسی چیز کا علم نہیں ہوتا"۔ یہ نظریہ کہاں تک صحیح ہے۔ ہم کو اس سے بحث نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ جتنے حقائق ہیں وہ انسان کی فطرت میں مرکوز ہیں وہ اس کی فطرت سے الگ کوئی چیز نہیں۔ قرآن نے اسی حقیقت کو اس طرح تعبیر کیا ہے۔

"اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ قَالُوْا بَلٰی"

کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟
سب نے کہا بے شک ہیں۔

لیکن اس مادی عالم میں رہ کر انسان غافل ہو جاتا ہے اور غفلت میں اپنی فطرت کی آواز سنائی نہیں دیتی اس لیے ضرورت ہوتی ہے کہ خدا کی طرف سے یاد دہانی کی جائے اور اسے غفلت سے بیدار کیا جائے تاکہ وہ اپنی فطرت کی آواز سن سکے۔ اسی تنبیہہ اور یاد دہانی کو "تذکیر" سے تعبیر کیا جاتا ہے اب جن پر یہ غفلت کا حجاب ہلکا ہوتا ہے اور ان کے اندر فہم و تدبّر کی صلاحیت موجود ہوتی ہے تو جب ان کے سامنے وہ آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں تو وہ فوراً اپنی فطرت کی آواز سن کر قبول کرلیتے ہیں۔ لیکن جو اس ظاہری عالم کے مزخرفات میں بھولے رہتے ہیں اور عزت و جاہ اور دولت و ثروت کے نشہ میں سرشار ہوتے ہیں۔ ان کے اندر سے فہم و تدبر کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے اور ان پر غفلت کی اس قدر کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ حق کی آواز کسی طرح بھی سن نہیں سکتے۔ یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے لیے مستکبر، مختال، فخور اور اسی قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

● حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہمارے زمانہ کے علماء باتوں ہی پر راضی ہوگئے ہیں اور عمل چھوڑ دیئے ہیں۔ سلف صالحین ایسے تھے کہ عمل کرتے مگر لوگوں سے نہ کہتے۔ پھر بعد کے لوگ ایسے ہوئے جو کرتے تھے وہ کہتے تھے۔ پھر ان کے بعد ایسے ہوئے کہ وہ کہتے ہیں مگر کرتے نہیں۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ نہ کہیں گے اور نہ کریں گے۔

طبّی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

زکام، چھینکیں، کمی بصارت

س: میری عمر ۲۳ برس ہے کریانہ کی دکان پر کام کرتا ہوں۔ عرصہ تین سال سے چھینکیں آتی ہیں ناک بہنے لگتا ہے اور زکام لگا رہتا ہے۔ بہت علاج کرایا فائدہ نہیں ہُوا۔ نظر بھی کمزور ہو گئی ہے۔ جسمانی کمزوری بھی ہے۔ ڈاکٹر عینک لگانے کا مشورہ دیتے ہیں۔ مگر مجھے یہ پسند نہیں۔

محمد عارف معرفت محمد رمضان کریانہ مرچنٹ
بازار کلاں نزد سٹی تھانہ۔ ڈیرہ اسمٰعیلخاں

جواب: آپ کا علاج تو آپ کی دکان میں موجود ہے۔ صبح، دوپہر، شام کھانے کے بعد ایک ایک تولہ سونف کھایا کریں۔ رات سوتے وقت مغز بادام ایک تولہ، خشخاش ۱ تولہ مرچ سیاہ سات عدد، مویز منقّی ۱ تولہ کوٹ کر کھا لیا کریں۔ اور ایک پیالی گرم دودھ پی لیا کریں۔ ایک مہینہ متواتر یہ عمل کرکے اپنی کیفیت سے مطلع کریں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

تبخیر معدہ، قبض

س: میری عمر ۶۵ سال ہے تبخیر معدہ کا مریض ہوں۔ قبض کی شکایت ہے۔ پیشاب زیادہ آنے سے سکون اور پیشاب کم آنے سے تکلیف ہوتی ہے۔ بیماری کافی عرصہ پرانی ہے۔ ہوا کا دباؤ پاؤں، پنڈلیوں کمر یا سر کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ مزاج میں چڑچڑاپن، قوتِ برداشت کی کمی ہے۔ پریشانیوں اور دنیاوی آلائشوں سے پاک ہوں۔ گھر میں معذور بنا بیٹھا ہوں۔ بظاہر صحت قابلِ رشک دکھائی دیتی ہے۔ صبح ڈبل روٹی چائے کے ساتھ، دوپہر روٹی ہمراہ سالن، شام ڈبل روٹی فروٹ کھاتا ہوں۔

راجہ غلام سرور
شبیر منزل محلہ خانساماں، جہلم

جواب: آپ کا مرض آپ ہی کے لفظوں میں صرف یہ ہے کہ آپ گھر میں معذور بنے بیٹھے ہیں۔ اپنے روزمرہ معمولات زندگی میں تبدیلی پیدا کیجئے۔ بغیر ادویات کے تندرست ہو جائیں گے۔ اور ہاں یہ ڈبل روٹی کھانا چھوڑ دیجئے۔ آپ اپنے روزمرہ معمولات میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں پیدا کیجئے:۔

صبح سویرے نماز فجر کے بعد یا ناشتہ کے بعد دریائے جہلم کے کنارے میل دو میل کی پیدل سیر کیجئے۔ سردی محسوس ہو تو گرم لباس پہن کر جائیے۔ دوپہر کھانے کے بعد بھی میل بھر پیدل سیر کریں۔ شام کھانے کے بعد بھی آدھ میل پیدل چلئے۔ جب تک گاجروں کا موسم ہے۔ ناشتہ میں گاجر کھائیے۔ شام کو آدھ سیر گاجریں کدو کش کرکے چولھے پر چڑھا دیں۔ اپنے ہی پانی میں پک جائیں گی اس میں دو چار کالی مرچیں پیس کر شامل کرلیں اور حسبِ ضرورت چینی ملا لیں۔ صبح

کچھ جنسی مسائل کے بارے میں

بعض حضرات اپنے جنسی اور پوشیدہ امراض کے بارے میں سوالات بھیج رہے ہیں ایسے سوالات کے جوابات بوجوہ خدام الدین میں شائع نہیں کئے جاتے اس لئے حضرات سے درخواست ہے کہ ایسے سوالوں کے جوابات براہ راست حاصل کرنے کے لئے جوابی لفافہ ضرور بھیجئے۔ ورنہ جواب نہیں ملے گا۔

حکیم آزاد شیرازی، اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور

محمد شفیع عمر الدین (میرپور خاص سندھ)

مآخذ ازالۃ الخفا حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ

کلماتِ طیبات حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ عنہ

۱۔ کوئی شخص کسی مسلمان کی تحقیر (اسے ذلیل وخوار) نہ کرے کیونکہ بہت کم درجہ والے بھی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

۲۔ عزّت ہم نے تقویٰ اور پرہیزگاری میں پائی — غنا کو یقین میں پایا — اور شرافت ہمیں تواضع میں ملی۔

۳۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب کوئی امر غمگین کرتا تو آپ دعا فرماتے: اے پروردگار میرا انجام کار بخیر کر اور بھلائی کی مجھے رہنمائی فرما۔

۴۔ جان لو صدق وبر (سچائی ونیکی)، جنت میں لے جائیں گے اور کذب وفجور (جھوٹ اور گناہ) دوزخ میں لے جائینگے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ سے یقین، عافیت، عفو اور ایمان طلب کرو۔

۶۔ آپس میں قطع رحمی نہ کرو، بغض وحسد نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بنو۔ اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو جیساکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۷۔ مکار اور بدخلق جنت میں داخل نہ ہوگا۔

۸۔ جو خود پہنو وہ غلام اور لونڈی کو پہناؤ۔ جو خود کھاؤ وہ غلام اور لونڈی کو کھلاؤ۔

۹۔ جو شخص مسلم یا غیر مسلم کو تکلیف پہنچائے وہ ملعون ہے۔

۱۰۔ کسبوں میں بہترین وہ کسب اور پیشہ ہے جو خلق خدا کو زیادہ نفع دینے والا ہو اور شبہات اور ربوٰ (بیاج) وغیرہ سے پاک ہو اور مروّت خلق سے بھرا ہوا ہو۔

۱۱۔ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور استغفار بکثرت پڑھا کرو۔ کیونکہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھ کو کلمہ طیبّہ اور استغفار پڑھ کر ہلاک کیا (نیز شیطان کہتا ہے)، جب میں نے دیکھا کہ وہ کلمہ طیبّہ اور استغفار سے مجھے ہلاک کرنے لگے تو پھر میں نے ان کو "خواہشوں" کے ذریعہ ہلاک کرنا شروع کیا۔

۱۲۔ امیر لشکر کو نصیحتیں فرمائیں۔ کہ کسی عورت، لڑکے اور کسی بھاگے ہوئے شخص کو قتل نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، کسی عمارت کو خراب نہ کرنا، کسی بھیڑ، بکری یا اونٹ کو بجز کھانے کے لیے۔ ذبح نہ کرنا، درختوں کو نہ جلانا اور نہ اکھیڑنا خیانت نہ کرنا اور نامردی نہ دکھانا۔

۱۳۔ اللہ کی کتاب تمہارے درمیان موجود ہے۔ جس کے عجائبات و اعجازات مٹ نہیں سکتے اور جس کی روشنی بجھ نہیں سکتی۔ پس اس کلام کی تصدیق کرو۔ اور اس سے نصیحت حاصل کرو اور اس سے بصیرت و روشنی حاصل کرو اس دن کے لیے جس دن اندھیرا ہوگا۔

۱۴۔ رویا کرو۔ اگر رونا نہ آئے تو رونے جیسی صورت بنایا کرو۔ یعنی بوجہ خوف الٰہی کے۔

۱۵ بعض خطبوں میں فرمایا کہ: کہاں گئے وہ خوبصورت جو اپنے حسن وجمال اور اپنی جوانی پر فخر وغرور کیا کرتے تھے؟ وہ بادشاہ کہاں گئے جنہوں نے شہر بسائے جو اپنے محلوں میں رہتے تھے اور جو قلعوں میں (بیٹھ کر دشمنوں کا) مقابلہ کرتے تھے؟ اور وہ بہادر جو جنگیں جیتتے تھے اور دشمن پر فتح پاتے تھے؟ انقلاب زمانہ نے ان کو ہلا ڈالا اور تہ وبالا کر دیا اور وہ اندھیری قبروں میں دفن کیے گئے۔

۱۶۔ ایک مرتبہ آپ اپنی زبانِ مبارک کھینچ رہے تھے اور فرمایا کہ اس نے مجھے ہلاک کرنے والی باتوں میں ڈالا ہے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے جسم کا کوئی ٹکڑا نہیں مگر یہ کہ زبان کی تیزی کی شکایت کرنے والا ہے۔

بقیہ: ابابکر صدیق رض

(از الطبقات الکبریٰ حضرت شعرانی رح)

(۱) دانائی میں سب سے بڑی دانائی تقویٰ ہے اور حماقتوں میں سب سے بڑی حماقت بدکاری ہے اور سچائیوں میں سب سے بڑی سچائی امانت ہے اور جھوٹ میں بدترین جھوٹ "خیانت" ہے

(۲) جس کو نصیحت کرتے اسے فرماتے بھائی اگر تم میری نصیحت مانو تو کسی ایسی چیز کو جو آنکھوں سے پوشیدہ ہو اسے "موت" سے بڑھ کر دوست نہ رکھو۔ کیونکہ وہ تو آ کر رہے گی۔

(۳) جب کبھی آپ کے ہاتھ سے اونٹنی کی مہار چھوٹ جاتی تھی تو آپ اپنی اونٹنی کو بٹھا کر اسے پکڑ لیتے تھے اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ آپ نے مجھے اسے پکڑنے کے لیے کیوں نہ کہا تو آپ فرماتے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی سے سوال کرنے کو منع فرمایا ہے

(۴) آپ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرماتے کہ میں نے (خلافت سنبھال کر) تمہارا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے حالانکہ میں تم میں سے بہترین شخص نہیں ہوں۔ تم کو میری مدد کرنی چاہیے اور جب تم مجھے سیدھی راہ پر دیکھو تو میری پیروی کرو۔ اور جب کجی (ٹیڑھی راہ) پر دیکھو تو مجھے سیدھے راستے پر لاؤ۔

(۵) آپ پر خوف اس قدر غالب تھا، اکثر فرماتے ... کہ کاش! میں کوئی پودا ہی ہوتا کہ لوگ کاٹتے اور کھا جاتے۔

● امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حُسنِ خلق کی نسبت دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا۔ سوائے گناہ کے دیگر تمام امور میں لوگوں سے اتفاق کرنے کا نام حسنِ خلق ہے۔

● حضرت سفیان ثوریؒ جب غفلت سے کبھی زیادہ کھا لیتے تو تمام رات قیام کرتے اور فرماتے۔ جب گدھے کو زیادہ چارہ دیا جاتا ہے تو کام بھی زیادہ لیا جاتا ہے۔

● حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں انسان پر تعجب ہے کہ کراماً کاتبین اس کے پاس ہیں۔ اس کی زبان ان کا قلم ہے اور اس کا لعاب دہن ان کی سیاہی ہے۔ پھر وہ بے ہودہ باتیں کرتا ہے۔ زبان سے سر کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

● حضرت زہریؒ سے غیبت کی نسبت سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا جس بات کو تو اپنے دوست کے روبرو خطاب کرنا پسند نہ کرے وہ غیبت ہے — آپ نے ایک شخص کی فحش کلامی سُن کر فرمایا۔ "ہوش کر کہ تو خدا تعالیٰ کے نام کیسا خط بھیج رہا ہے۔"

ٹیلی فون نمبر ۶۷۵۴۵ | ہفت روزہ خدام الدین لاہور | رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

فیروز سنز لمیٹڈ کے سربراہ جناب عبدالحمید خاںؒ

کے قلم سے

امام الاولیاءؒ حضرت لاہوریؒ کی حیات طیبہ پر ایک مکمل تالیف

کا مطالعہ کیجیے

قیمت تیرہ روپے پچاس پیسے، ڈاک خرچ دو روپے فی نسخہ

براہ راست طلب فرمائیے!

ناظم: تالیفات واشاعت انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور